ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

1 جمادی الاولیٰ 1442ھ | جنوری 2021ء

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے
91 سال

- عمران حکومت کی اڑھائی سالہ مایوسی
- یوم تاسیس احرار......
- مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
- حیاتِ انبیاء علیہم السلام......
- صدق و صفا کے پیکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

- فدک کی حقیقت
- حافظ حبیب اللہ چیمہ رحمۃ اللہ علیہ
- مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ چار روز
- پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمیؒ صاحب سے ملاقات

توحیدِ وختمِ نبوت کے علمبردارو! ایک ہوجاؤ (سید ابوذر بخاری)

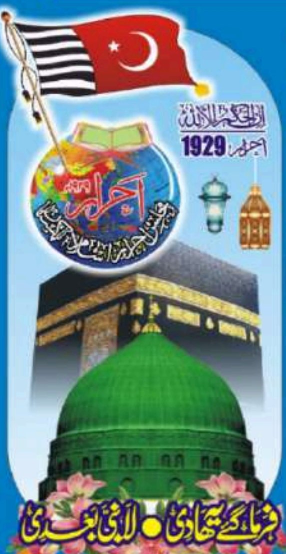

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

16 ویں سالانہ

شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس

بتاریخ 25 فروری 2021 بعد نماز مغرب ان شاء اللہ

بمقام دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

زیرِ سرپرستی

ابن امیر شریعت حضرت مولانا حسنی حسینی

پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری صاحب

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

زیرِ صدارت

حضرت ولی کامل، پیر طریقت مدظلہ العالی

مولانا خلیل احمد صاحب

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں

مہمانانِ گرامی

محترم نواسۂ امیر شریعت

سید محمد کفیل شاہ بخاری صاحب

نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

فضیلۃ الشیخ محترم القاری المقری

سید انوار الحسن شاہ صاحب حفظہ اللہ

مداح رسول، ثناخوان مصطفیٰ محترم

مولانا شاہد عمران عارفی صاحب حفظہ اللہ

چیئرمین بزم حسان پاکستان

نبیرۂ امیر شریعت

مولانا سید عطاء اللہ بخاری ثالث حفظہ اللہ

ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

نبیرۂ امیر شریعت

مولانا سید عطاء المنان بخاری حفظہ اللہ

رہنما مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا محمد اکمل صاحب حفظہ اللہ

ناظم مجلس احرار اسلام ملتان

حافظ محمد اکرم احرار صاحب

مجلسِ احرارِ اسلام ملتان 0300-6385277 , 061-4511961

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 32 شمارہ 01 جنوری 2021ء / جمادی الاول ۱۴۴۲ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	عمران حکومت کی اڑھائی سالہ مایوسی	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات	یوم تاسیس احرار......	سید محمد کفیل بخاری	4
//	حافظ حبیب اللہ چیمہ رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد کفیل بخاری	5
سرکلر	مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس	عبداللطیف خالد چیمہ	8
دین و دانش	حیاتِ انبیاء علیہم السلام...... احادیثِ نبوی، ائمہ اربعہ اور فقہاء و علماءِ سلف کی نظر میں	حافظ عبدالمالک شاہین	10
//	صدق و صفا کے پیکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عطا محمد جنجوعہ	20
//	فدک کی حقیقت (پہلی قسط)	غلام مصطفیٰ	25
//	شادی مگر سادی	عطاء الرحمٰن قاسمی	29
یادِ رفتگان	مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ چار روز	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	32
//	مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عطاء اللہ شہاب (گلگت)	36
//	پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمیؒ صاحب سے ملاقات	مولانا عمران گوندل	40
ادب	نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	احسان دانش	46
//	نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	روشن صدیقی	46
//	مناقبِ حضراتِ حسنین کریمین شہیدین رضی اللہ عنہما	قاری قیام الدین الحسینی	47
حسنِ انتقاد	تبصرۂ کتب	مبصر: صبیح ہمدانی	48
تاریخ احرار	تاریخ احرار (نویں قسط)	مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ	51
اخبار الاحرار	اخبار الاحرار	ادارہ	59
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک -/300 روپے

بیرونِ ملک -/5000 روپے

فی شمارہ -/30 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوّۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

سید محمد کفیل بخاری دل کی بات

عمران حکومت کی اڑھائی سالہ مایوسی

جدید سیاسی تاریخ میں موجودہ رجیم واحد مثال ہے جو حکومت کی بجائے حکومت کی پیروڈی نظر آتی ہے۔ کسی حکمران نے اپنا ٹھٹھا اڑانے کے لیے مخالفوں کو اتنا مواد نہیں دیا جتنا موجودہ حاکم فراہم کر رہے ہیں۔ پی ڈی ایم کی قیادت کو جناب عمران خان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انہیں توانا و طاقت ور کرنے کے لیے وہ اُن سے زیادہ محنت کر رہے ہیں۔

وزیر اعظم عمران خان نے حسب معمول ایک بار پھر دُرفنطیاں چھوڑی ہیں۔ انہوں نے 23 دسمبر کو وزارتوں اور 24 دسمبر کو پولیس لائنز اسلام آباد میں خطاب کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا قومی پریس کے مطابق اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''بغیر تیاری کے حکومت نہیں لینی چاہیے۔ باہر سے جو دیکھ رہے تھے، اندر آ کر مختلف نکلا۔
> چیزیں سمجھنے میں ڈیڑھ سال لگا۔
> پاکستان میں امریکی نظام لانے اور موجودہ نظام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ نئی حکومت آئے تو امریکی طرز پر بریفنگ دی جائے۔
> وزارا کارکردگی دکھائیں۔ کسی وزیر کو کوئی لابی تنگ کرے تو مجھے بتایئے۔ سوا دو سال رہ گئے۔
> یہ بہانہ نہیں چلے گا کہ نئے ہیں، تجربہ نہیں ہے۔ وزارتوں نے پرفارم نہ کیا تو گورننس بہتر نہیں کر سکیں گے۔
> پنشن بوجھ ہے، مہنگائی زیادہ اور تنخواہیں کم ہیں۔ آمدنی بڑھنے تک قوم صبر کرے۔ ملک کو صرف اوورسیز پاکستانی ہی آٹھا سکتے ہیں، مگر انہیں اعتماد نہیں۔ رات کو نیند نہیں آتی''

یہ انجام ہے اس تبدیلی اور وژن کا کہ خان صاحب ڈیڑھ دہائی سے جس کی پبلسٹی کرتے پھرتے تھے۔ جب موقع دیا گیا تو اڑھائی برس میں اس ساجھے کی ہنڈیا کو بیچ چوراہے خود ہی چکنا چور کر دیا۔ اسے نااہلی کے اعتراف کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ تیاری نہیں تھی تو حکومت کیوں لی؟ اپنے طویل دھرنے میں تو آپ کو سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا جسے درست کرنے کے لیے بلند بانگ دعوے کیے اور عوام کو نوے دن میں تبدیلی کے سہانے سپنے دکھائے لیکن اڑھائی سال میں ہر شعبہ برباد کر کے ملک کو تباہی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ یادش بخیر ایک محترم دوست کہا کرتے تھے کہ سیاسی لیڈر اقتدار سے پہلے سبز باغ دکھاتے ہیں اور اقتدار ملنے پر قوم کو کالا باغ میں چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں۔

ریاست مدینہ کا نعرہ لگا کر امریکی نظام لانے کی باتیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عوام سے دھوکہ، آئین سے روگردانی اور حلف شکنی کے مترادف ہے۔ ویسے تو امریکی صدارتی نظام ہو یا برطانوی پارلیمانی دونوں انسانیت کا استحصال ہیں۔ حقیقی فلاح سے خالی، مفاد پرستی، سرمایہ کی پرستش اور دنیا و آخرت کی بربادی کے حامل ہیں۔ یہ بھی دلچسپ ہے کہ وزیر اعظم صاحب کو امریکی تبدیلی اقتدار کے طریقے کا علم اب ہوا ہے جب ان کے اپنے اقتدار کو اڑھائی برس گزرنے کے بعد امریکہ میں نئے انتخابات کے نتیجے میں تبدیلی اقتدار کے مراحل جاری ہیں، گویا یہ بات بھی ٹی وی سے ہی پتہ چلی۔

خان صاحب نے جس ریاست مدینہ کا نعرہ لگایا اور جس آئین کا حلف اٹھایا اس کی پاسداری کا تقاضا تھا کہ وہ آئین کی طلب کے مطابق ملک میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کرتے، بلکہ خود آئین میں ہی جو غیر اسلامی شقیں گھسائی جا چکی ہیں ان سے نظمِ حکومت کو پاک کرتے، مگر افسوس ان کا اپنا کوئی ایجنڈہ ہے نہ سوچ۔ وہ اُنہی کے مطلب کی کہہ رہے ہیں جو اِنہیں اقتدار میں لائے۔ زبان اِن کی ہے، بات اُن کی۔ عوام کسی خوش فہمی میں نہ رہیں ''مرگِ امید کے آثار نظر آتے ہیں۔'' عالمی طاغوت کے غلاموں کی سلطنت میں کوئی بہتری آسکتی ہے نہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

پنشن بوجھ ہے تو غریب پنشنرز کو ''کورونا'' میں ڈال دیجئے۔ جنہوں نے تمام عمر ملک اور حکومت کی خدمت کی اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو وطن عزیز کی ترقی واستحکام کے لیے وقف کیا، آخری عمر میں انہیں یہ صلہ ملا کہ تم ملک پر بوجھ ہو۔ دنیا میں احسان فراموشی کی اس سے بدتر کوئی مثال نہیں۔

مہنگائی زیادہ اور تنخواہیں کم ہیں تو اس کے ذمہ دار آپ ہیں، عوام نہیں۔ آمدنی کب بڑھے گی اور قوم کب تک صبر کرے گی؟ آخر صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ عوام کے چولہے ٹھنڈے کر کے معاشی طور پر انہیں نچوڑ دیا ہے۔ اوورسیز پاکستانیوں کو آپ پر کیوں اعتماد نہیں؟ آپ کا یہ اعتراف خود آپ کی دیانت وکارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ معیشت تباہ، کاروبار کا ستیاناس اور تعلیم کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ دوست ممالک ناراض ہیں، پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ سعودی عرب نے اپنا قرض فوری واپس طلب کر لیا جسے چین سے مانگ کر ادا کیا گیا۔ خارجہ، داخلہ اور خزانہ سمیت ہر اہم ادارے کی زمامِ کار عالمی استعمار کے پشتینی وفاداروں اور سکہ بند گماشتوں کے ہاتھوں میں تھما کر بربادی وتباہی اور خسارے کے سوا حاصل بھی کیا ہوسکتا تھا۔

نا اہل وزرا اور مشیروں کی فوج ظفر موج اکٹھی کر کے اُن سے بہتر کارکردگی کا مطالبہ بجائے خود نالائقی وجہالت ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہیجڑوں سے مردانگی کا مظاہرہ کرنے کا تقاضا کیا جائے۔ ایسے بے حس وحرکت اور نیم مردہ وزیروں کو کوئی لابی کیوں تنگ کرے؟ اور اگر کوئی کرے بھی تو وہ آپ کو کیوں بتلائے؟ کہ صورتِ حال تو

یہ ہے کہ آپ خود ان سے پوچھ رہے ہیں، کچھ تو بتلاؤ میں کیا کروں؟ وزیرِ اعظم کے مذکورہ بالا عجیب وغریب بیان سے اگلے ہی روز اخبارات میں رپورٹ ہوا کہ خان صاحب نے متعدد وزارتوں سے رپورٹ لینے کے لیے ایک اجلاس شروع کیا مگر غالباً جلد بور ہوجانے کی وجہ سے تفصیلی بریفنگ لیے بغیر اجلاس برخاست کر دیا۔

بے خوابی کا شکوہ کرکے بھی آپ نے اپنے احساسِ جرم کا اعتراف کیا۔عوام کی نیندیں حرام کرکے آپ کو کیسے نیند آسکتی ہے اور عوام کا سکھ چھین کر آپ کیسے سکون پاسکتے ہیں؟ یہ مکافاتِ عمل ہے جسے ہر حال میں آپ کو بھگتنا ہے۔

جناب وزیرِ اعظم آپ کی ناکامی خود آپ پر عیاں ہو چکی، آئندہ سوا دو برس میں بھی آپ کے ہاں بہتری کی کوئی امید نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ لانے والوں سے معذرت کرکے سجا میدان اور بھرا میلہ چھوڑ کر ''بیک ٹو پویلین'' کا کوئی باعزت راستہ تلاش کریں۔ زندگی کا آخری حصہ گھر میں آرام سے گزاریں۔تحریک انصاف کوئی نظریاتی یا مستقل جماعت نہیں۔ اس کی حادثاتی تولید نظریۂ ضرورت کے تحت ہوئی اور ضرورت مندوں نے وقتی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی پرداخت کی، اس کا کوئی مستقبل نہیں۔ ''پولیٹیکل لاج'' کے ''سلیکٹڈ پرندے'' آئندہ انتخابات میں اڑ کر کسی اور قصر کی منڈیر پر بیٹھ جائیں گے اور آپ بنی گالہ میں اپنے ''ٹائیگرز'' کے ساتھ وقت گزاریں گے، اپنی ناکام حسرتوں پر آنسو بہائیں گے۔ تب شاید آپ کو یہ راز معلوم ہوجائے کہ ''نیند کیوں رات بھر نہیں آتی''۔

یومِ تاسیس احرار (29/دسمبر 1929ء 29/دسمبر 2020ء)

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد حریت پسند رہنماؤں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا ظفر علی خان، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، عبدالرحمٰن غازی، شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر نے 29/دسمبر 1929ء کو لاہور میں دریائے راوی کے کنارے ''مجلس احرار اسلام'' کی بنیاد رکھی۔ بنیادی مقاصد قیامِ حکومت الٰہیہ، انگریز سامراج کے ہندوستان سے انخلاء اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ طے ہوئے، پھر ہندوستان کے عوام کے دلوں سے برطانوی سامراج کا خوف اتار پھینکا اور آزادیٔ وطن کے لیے ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد تمام اختلافات کو ختم کرکے حفاظت وطن کے لیے سربکف ہوگئے، انتخابی سیاست سے علیحدگی اختیار کرکے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ملک کو قادیانی ریاست بننے سے بچانے کے لیے مارچ 1953ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت چلائی، دس ہزار فرزندان اسلام کی قربانی دی، جماعت پر پابندی لگ گئی، 1958ء میں چند روز کے لیے پابندی اٹھی تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے بیماری وضعف کے باوجود سرخ قمیض پہن کر، احرار رضا کار کا بیج اپنے بازو پر سجا کر ملتان میں پرچم کشائی فرمائی اور جماعت کے احیاء کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ''مسلمانو! پرچم ختم نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختم نبوت پر آنچ نہ آئے''۔

احرار آج بھی حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے اس فرمان کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔ یہ قافلۂ سخت جاں نئی صف بندی کر کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہاں تک پہنچا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ مجلس احرار اسلام کے رہنما اور مبلغین کی شبانہ روز کوششوں سے الحمد للہ ملک بھر میں بیسیوں قادیانی، عیسائی، بہائی اور ہندو مسلمان ہو چکے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت جیسے اہم عنوانات پر ملک بھر میں سرگرمیاں جاری ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں مفت لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ مرکز احرار تلہ گنگ سے مفت ختم نبوت خط کتابت کورس کروایا جاتا ہے۔ جبکہ جماعت کے شعبہ خدمت خلق کے تحت نومسلمین کی کفالت، فری ڈسپنسریاں، اجتماعی قربانی کے ذریعے خاص طور پر چناب نگر کے غریب مسلمانوں کا تعاون اور ملک بھر میں سیلاب، زلزلہ اور کرونا جیسی قدرتی آفات سے متاثر افراد کی مدد کی جاتی ہے۔

الحمد للہ! ہم روز بروز قدم بقدم آگے بڑھ رہے ہیں، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور یہی ہماری کامیابی ہے۔ وفادارانِ احرار نے 29/دسمبر 2020ء کو ملک بھر میں حسب روایت ''یوم تاسیس احرار'' پورے جوش جذبے سے منایا اور تجدید عہد کیا کہ بقاء احرار ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اِس قافلۂ ختم نبوت کو ہم سب نے مل کر چلانا ہے۔ جب تک دم میں دم ہے اس راستے پر جمے رہیں گے۔ اِن شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نصرت ارزاں فرمائیں، آمین!

نیند کے ماتو اٹھو! ظلمت لگی ہے ہارنے
زندگی کا صور پھونکا ہے مجلس احرار نے

حافظ حبیب اللہ چیمہ رحمۃ اللہ علیہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور جناب محمد جاوید چیمہ کے چھوٹے بھائی حافظ حبیب اللہ چیمہ 5 جمادی الاوّل 1442ء/ 21 دسمبر 2020ء بروز پیر حرکت قلب بند ہونے سے اچانک انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ حبیب اللہ مرحوم انتہائی متحرک دینی وسیاسی کارکن تھے۔ وہ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ حکیم عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے اور سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ بیعت کا تعلق بھی حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ 1970ء میں پیدا ہوئے تقریباً پچاس سال عمر پائی۔ جب وہ پیدا ہوئے تو ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ تب اُن کے گاؤں 42/12.L چیچہ وطنی میں مقیم تھے۔ حضرت پیر جی نے ہی اُن کو گھٹی دی۔ والد ماجد رحمہ اللہ خود جیّد حافظ قرآن اور حکیم وطبیب تھے۔ انہوں نے حبیب اللہ صاحب کو قرآن حفظ کرایا۔ سکول کی تعلیم دلائی اور پھر حافظ حبیب اللہ مرحوم نے اپنے موروثی اور طبعی ذوق کے تحت طبیہ کالج ملتان سے باقاعدہ تعلیم

حاصل کی۔ والد ماجد ’’سراجیہ دواخانہ‘‘ پر طبابت کرتے تھے۔ اور حافظ حبیب اللہ چیمہ مرحوم اس شعبہ میں اُن سے رہنمائی لیتے رہے اور خوب فیض پایا۔ والدین کی دعائیں ہمیشہ ان کے شامل حال رہیں۔ والد ماجد اور والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ حج پر گئے تو حضرت حافظ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں تدفین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

والد ماجد کے انتقال کے بعد اُن کی دونوں نسبتوں کے امین بنے۔ گاؤں کو بستی سراجیہ کے نام سے موسوم کیا اور والد ماجد کے قائم کیے ہوئے حفظ قرآن کے مدرسے کو تعمیر کیا۔ اس وقت پچاس سے زائد طلباء وہاں قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔ سراجیہ دواخانے پر باقاعدہ طبابت کر کے اپنے اباجی کی اس مسند کو بھی آباد و شاد رکھا۔ اپنے بڑے بھائی جناب عبداللطیف خالد چیمہ کا مضبوط سہارا اور بازو تھے۔ اُن کا بے حد احترام کرتے اور جمیع اُمور میں اُن کا ساتھ دیتے۔

حضرت حافظ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ اسی نسبت سے حافظ حبیب اللہ مرحوم بھی جمعیت میں شامل رہے اور جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات تھے۔ تمام دینی جماعتوں سے محبت کرتے۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں کے مستقل میزبان تھے۔ میزبانی کی نسبت بھی موروثی تھی۔ حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اُن کے گھر قیام فرماتے اور کئی کئی روز ٹھہرتے۔ حضرت کے انتقال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد دامت برکاتہم سے تجدید بیعت کی، بستی سراجیہ میں حضرت کے قیام کے لیے مستقل کمرہ تعمیر کیا اور خانقاہ کا سلسلہ قائم کیا۔ مولانا خلیل احمد مدظلہ بڑی محبت سے تشریف لاتے اور حافظ حبیب اللہ مرحوم کی مکمل سرپرستی فرماتے۔ دو ماہ قبل خانقاہ بستی سراجیہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی حیات و خدمات پر بڑی پُر وقار تقریب منعقد کی۔ حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہ تشریف لائے۔ اور تقریب میں شریک ہو کر حافظ صاحب کی حوصلہ افزائی بھی کی اور دعاؤں سے بھی نوازا۔ راقم کو خاص فرمائش کر کے اس تقریب میں مدعو کیا اور چند کلمات کہنے کی سعادت سے مشرف کیا۔

حافظ حبیب اللہ چیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوست احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ شرم و حیاء، ادب و احترام، دوست نوازی، وضع داری و ملنساری اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے۔ اسی وجہ سے تمام حلقوں میں محبوب و مقبول تھے۔

حافظ صاحب کی اچانک موت نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ خاص طور پر خاندان اور حلقۂ احباب انتہائی گہرے صدمے سے دوچار ہوئے ہیں۔ ان کا یوں اچانک چلے جانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد مغیرہ، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، مولانا سید عطاء المنان بخاری، مفتی صبیح الحسن ہمدانی، تمام رہنماؤں اور کارکنوں نے جناب عبداللطیف خالد چیمہ، محمد جاوید چیمہ، ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ، آصف چیمہ، محمد قاسم چیمہ اور خاندان کے تمام لواحقین سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ مرحوم حافظ صاحب کے لیے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ شہر کے تمام حلقوں سے تعلق رکھنے والے احباب، جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید عطاء اللہ ثالث بخاری، میاں محمد اویس، ملک محمد یوسف، قاری محمد یوسف احرار، چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، مولانا تنویر الحسن، ڈاکٹر محمد آصف، مجلس احرار اسلام لاہور، ملتان، ساہی وال، چیچہ وطنی، وہاڑی، بورے والا، گڑھا موڑ اور دیگر کئی شہروں سے رہنماؤں اور کارکنوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے فون پر جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور جناب ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے حافظ حبیب اللہ مرحوم کے لیے دعاء مغفرت کی۔ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ترجمان محمد اقبال اعوان، مفتی عبدالرحمٰن، چودھری ضیاء الحق اور پیر فیاض شاہ صاحب کے علاوہ دیگر کارکنان جمعیت کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ اور مقامی مجلس کے کارکنان بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حافظ حبیب اللہ چیمہ کی مغفرت فرمائے، خطائیں معاف اور حسنات قبول فرمائے۔ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اپنا جوار رحمت عطاء فرمائے۔ تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ ان کی بیوہ، بیٹی اور بیٹے حافظ سعید احمد کو اس گہرے صدمے پر صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

تحریک تحفظ ختم نبوت —— ڈاکٹر محمد عمر فاروق

(1931ء —— 1946ء) جلد اوّل

● قیام پاکستان سے قبل برصغیر میں قادیانیت کے خلاف پہلی عوامی تحریک اور مجلس احرار اسلام کی تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کی مکمل تاریخ ● قادیان اور متحدہ ہندوستان میں قادیانیت کے تعاقب کی مستند سرگزشت ● قادیانیوں سے مجاہدینِ احرار و ختم نبوت کی معرکہ آرائیوں کے مفصل تذکرے ● حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف قادیان میں تقریر پر مقدمہ کی مفصل روداد پہلی بار منظر عام پر ● تحریک تحفظ ختم نبوت کے اثرات ونتائج کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ● ایک ایسی کتاب جس کے مطالعہ کے بغیر تحریک تحفظ ختم نبوت سے آگاہی ممکن نہیں ہے۔

صفحات:572 قیمت-/1000روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
2021/1

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......................مزاج گرامی!

مجلس احرار اسلام کی نئی رکنیت و تنظیم سازی مہم

جملہ ماتحت مجالس احرار اور ذمہ داران کے نام

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی انتخابات ہر پانچ سال بعد ہوتے ہیں گزشتہ انتخابات مئی 2017ء میں ہوئے اور آئندہ ان شاء اللہ العزیز 2022ء میں ہوں گے۔ لیکن اس سے قبل ملک بھر میں رکنیت و تنظیم سازی کے عمل کو مکمل کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس، منعقدہ 19 محرم الحرام 1442ھ مطابق 8 ستمبر 2020ء ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں کیے گئے فیصلے کے مطابق ایک مرکزی کمیٹی برائے رکنیت و تنظیم سازی قائم کی گئی جس کا سربراہ جناب سید عطاء اللہ ثالث بخاری کو بنایا گیا جبکہ جناب ڈاکٹر محمد آصف، جناب مولانا تنویر الحسن احرار اور جناب مولانا محمد اکمل اس کمیٹی کے ارکان مقرر ہوئے۔

اس کمیٹی کا اجلاس 7 دسمبر 2020ء بروز پیر، ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں سال 2021ء کو جماعت کی تنظیم کا سال قرار دیا گیا اور تنظیم سازی کے لیے درج ذیل امور طے پائے:

- ☆ ہر شاخ کے سابقہ تمام ارکان کی رکنیت کی تجدید کی جائے گی اور نئے ارکان کو معاون/رکن بنایا جائے گا۔
- ☆ تمام ماتحت شاخیں، جماعت میں نئے احباب کی شمولیت کے حوالے سے مرکزی کمیٹی برائے رکنیت و تنظیم سازی سے رابطہ کر کے ہدایات حاصل کریں۔
- ☆ ایسے نو وارد ساتھی جن کا سابقہ تعلق کسی تنظیم سے رہا ہو یا وہ اس وقت کسی سرکاری پابندی کا شکار ہوں یا ماضی میں رہے ہوں ان کے حوالے سے بھی مرکز سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کریں۔
- ☆ اس سال رکنیت فیس فی کس 100 روپے طے کی گئی ہے۔
- ☆ ہر شاخ کے مرکز کے ساتھ الحاق کی فیس 1000 روپے طے کی گئی ہے۔
- ☆ ہر قدیم و جدید رکن کو رکنیت سازی کے ساتھ ساتھ جماعت کے ترجمان ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کا سالانہ خریدار بھی بنایا جائے۔
- ☆ تمام شاخیں اپنے مقامی یونٹس میں رکنیت و تنظیم سازی مکمل کرنے کے بعد یونٹ کے نظم کو ترتیب دینے کے

لیے مرکزی کمیٹی برائے رکنیت و تنظیم سازی سے رابطہ کریں۔

رابطہ کے لیے:

سید عطاء اللہ ثالث بخاری (ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)	0300-6326714
ڈاکٹر محمد آصف (مرکزی ناظم دعوت وارشاد)	0300-9522878
مولانا تنویر الحسن احرار (سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پنجاب)	0300-4716780
مولانا محمد اکمل (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)	0300-6385277

منجانب: عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
0300-6939453

www.ahrar.org.pk / majlisahrar@yahoo.com / +9242-35912644

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
فون نمبر: 0302-8630028 061-4552446
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

حافظ عبدالمالک شاہین

حیاتِ انبیاء علیہم السلام......احادیثِ نبوی، ائمہ اربعہ اور فقہاء وعلماءِ سلف کی نظر میں

دورِ نبوت سے لے کراب تک یہود ونصاریٰ اوران کے زندیق وگمراہ ایجنٹ گلشن اسلام کے اشجارِ ثمر بار پر کلہاڑا چلاکراربوں فرزندانِ اسلام کے دلوں کو مجروح کرر ہے ہیں۔ اپنے ماؤف الدماغ اور پراگندہ خیالات کے ذریعے فلسفی ومنطقی مجہول بحث کے ترازو میں عصمت انبیاء، کمالات نبوت، خصائصِ رسالت اور منصب ومقامِ نبوت کو بزعم خویش تول کر نبوت کی معاندانہ تشریح کرر ہے ہیں، العیاذ باللہ۔

حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجودِ مسعود سے یہ جہان روشن ہے اور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، محبوبِ ربِ اکبر، شافعِ محشر، ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت سے شرق وغرب، شمال وجنوب، ارض و سماء پوری آب تاب سے چمک رہے ہیں۔ شاعرِ نے کیا خوب کہا:

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد نہ ہوتا
یہ نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ اُمم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

بہرحال نبی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی زندگی ایک مجسم قرآن ہے اور اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ انتقال کے بعد بھی آپ اپنی قبر شریف میں حیات ہیں اور آپ کے وجود کی فیوض وبرکات جاری وساری ہیں۔ آپ کے روضۂ اطہر پر جنت بھی قربان ہے۔ یہ محض شاعرانہ خیال نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ''مَا بَیْنَ بَیْتِیْ و مِنْبَرِی رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ'' ۔(میری حجرۂ مبارکہ اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔) تو گنبد خضراء اور روضۂ اقدس کا وہ مخصوص مبارک قطعہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کریمین آرام فرمارہے ہیں، اس کا کیا مقام ہوگا؟

اب ہم حیات انبیاء علیہم السلام کو احادیث نبوی کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

حدیث نمبر:۱۔　　حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:''اَلْأَنْبِیَاءُ أَحْیَاھُمْ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ ''۔(ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اورنمازیں پڑھتے ہیں۔ بہ حوالہ خصائص الکبریٰ، ص:۲۸۱، ج:۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، ص:۳۵۲۔ حضرت ملاعلی قاری نے المرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص:۲۲۲۔ اورعلامہ انورشاہ کشمیری نے فیض الباری،۶۴، ج:۲ میں اس حدیث کو صحیح لکھا ہے)

حدیث نمبر:۲۔ حماد بن مسلم، ثابت بنانی، وسلمان تیمی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:'' مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِی عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْأَحْمَرِ وَ ھُوَ قَائِم یُصَلِّی فِی قَبرِہٖ '' ۔(ترجمہ: میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ بہ حوالہ صحیح مسلم، ص: ۲۷۸، ج:۲۔ نسائی، ص:۲۴۲، ج:۱۔ مسند احمد، ص:۱۴۸، ج:۲۔

حدیث نمبر:۳۔ حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' بے شک تمھارے افضل ترین دنوں میں سے ایک (دن) جمعہ ہے، اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اوراسی دن اُن کی وفات ہوئی۔ اسی میں نفخۂ اولی ہوگا اوراسی میں نفخۂ ثانیہ ہوگا، سوتم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمھارادرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارادرود کس طرح آپ پر پیش کیا جائے گا؟ کہ آپ (قانونِ قدرت کے تحت) مٹی میں ریزہ ریزہ ہوچکے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَ نْبِیَاءِ '' ۔(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زمین پر تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد (مبارک) حرام کردیے ہیں۔ یعنی زمین ان میں تغیر وتبدل نہیں کرسکتی۔ بہ حوالہ ابوداؤد، ص:۱۵۰، ج:۱۔ دارمی، ص:۱۹۵۔ نسائی، ص:۲۳۔ ابن ماجہ، ص:۸۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن قیم، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سرفراز صفدر رحمہم اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (بہ حوالہ تسکین الاتقیاء فی حیٰوۃ الانبیاء، ص:۳۷،۳۹)

حدیث نمبر:۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:'' مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلی من بَعِیْدٍ أُعْلِمتُہ '' ۔(ترجمہ: جس نے میری قبر مبارک کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود شریف پڑھے تو وہ مجھے فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ بہ حوالہ حیٰوۃ الانبیاء، امام بیہقی طبع مصر ص:۱۶۔ مدارالافہام، حافظ ابن قیم، ص:۲۵)

حدیث نمبر:۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے

ارشادفرمایا:''اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئکۃً سَیَّاحِیْن فِی الارْضِ یُبَلِّغُوْنی مِن اُمتِی السَّلام '' ۔(بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔ بہ حوالہ مصنف ابن ابی شیبہ، ص: ۵۱۷، ج: ۲۔ مسند احمد، ص: ۴۴۱۔ دارمی ۲۷۷۴۔ امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔القول البدیع ص: ۱۱۵)

حدیث نمبر: ۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ البتہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے (آسمان سے)، منصف اور امام عادل ہوں گے اور وہ پہاڑی راستوں سے یہاں (مدینہ منورہ) آئیں گے ''وَ لَیَاْتِیَنَّ قَبرِیْ حَتّٰی لیسلّمُ وَ لَاَردُنَّ عَلیہ '' ۔(ترجمہ: اور میری قبر (مبارک) پر مجھے سلام پیش کریں گے اور بلاشبہ میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ بہ حوالہ مسند احمد، ص: ۲۹۰، ج: ۲، الجامع الصغیر، ص: ۱۴۰، ج: ۲) ۔ امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، غرض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر نزول تواتر سے ثابت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کا قبر اقدس میں باحیات ہونا اور صلوٰۃ وسلام کا سماع (سننا) متحقق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے اور اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے، جو صریح گمراہی ہے۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی اور نزول کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔

حدیث نمبر: ۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ارشادفرمایا:'' مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبرِی رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ و منبری علی حوضی ۔(ترجمہ: میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے۔صحیح بخاری، ص، ۲۵۳، طبع دہلی)

حدیث کی ایک روایت میں بیتی کے بجائے قبری بھی آیا ہے۔یعنی آپ کی قبر اقدس اور منبر کے مابین کا حصہ ریاض الجنہ ہے۔ جب درمیانی حصہ کا یہ حال ہے تو روضۂ اقدس کی خاص جگہ کا کیا مقام ہوگا؟

حدیث نمبر: ۸۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جمیع انبیاء ورسل علیہم السلام کو بیت القدس میں دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہارون علیہ السلام کو سلام کیا، انھوں نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے دعاءِ رحمت کی۔(بہ حوالہ الدّ رۃ الفاخرہ، امام غزالی، ص: ۱۶) اسی طرح آپ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو سلام کیا اور انھوں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے دعاءِ رحمت فرمائی۔(بہ حوالہ تسکین الاتقیاء، فی حیٰوۃ الانبیاء، ص: ۵۵)

اب قارئین کرام سے سوال ہے کہ انبیاء علیہم السلام پہلے زندہ تھے یا اللہ تعالیٰ نے انھیں اس وقت زندہ کیا؟ جواب ظاہر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پہلے سے زندہ تھے۔

حدیث نمبر:۹۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ ورضوانہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرہ مبارکہ میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں، پہلے چادر کھلے داخل ہو جایا کرتی تھی، مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہی تو یہاں ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے، **فَوَاللّٰہ مَا دَخلْت الّا و انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر**، اللہ کی قسم میں باپردہ روضہ اطہر میں جایا کرتی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس تامل سے سیدنا نبی کریم علیہ التسلیم کی حیات طیبہ اور سیدنا شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حیات اقدس کا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث نمبر:۱۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے کہ جب کبھی ان گھروں میں جو مسجد نبوی سے متصل تھے، کوئی میخ ٹھوکنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تو اُن گھر والوں کو حکم بھیجتی تھیں "**لا تُؤْذُوا رسولَ اللّٰہِ**" "خبردار! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آواز سے تکلیف وایذا نہ پہنچاؤ۔ (بہ حوالہ شفاء السقام، ص:۱۷۳، طبع مصر)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دروازے مدینہ منورہ سے باہر جا کر بنوائے۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روضۂ اقدس میں باحیات سمجھتے تھے۔

درج بالا دس احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک سے اقتباس نقل کرتا ہوں:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قبیلہ بنوسلمہ کے دو بزرگ انصاری صحابی حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں شہادت کے بعد ان کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پہاڑی نالے نے ان کی قبر کی طرف رخ موڑ لیا اور اُن کی قبر کا ایک حصہ بہہ گیا۔ بہ امر مجبوری ان کی قبر کو کھودا گیا تا کہ ان کے جسد مبارک کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔ جب قبر کھودی گئی تو جسد مبارک بالکل صحیح سلامت تھے۔" **کَأَنَّھُمَا مَاتَا بِالْأَمْسِ وَ کان اَحدُھُما قد جرح فوضع یدہ علی جرحہٖ فدفن وھو کذلک فأُمیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت**"۔ ترجمہ: پس ان دونوں (صحابہ کرام) کو اس طرح

پایا گیا کہ گویا وہ کل ہی فوت ہوئے ہیں، دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا کہ انھوں نے (بہ وقت شہادت) اپنا ہاتھ اس (زخم) پر رکھ دیا تھا اور اسی طرح انکو دفن کر دیا گیا۔ جب قبر سے نکالنے کے بعد ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر چھوڑ دیا گیا تو وہ ہاتھ بدستور زخم پر جا ٹکا۔ اللہ اکبر! غزوۂ اُحد اور ان کی قبر کھولنے کا درمیانی عرصہ چھیالیس سال پر محیط ہے۔ بہ حوالہ مؤطا امام مالک، ص: ۱۷۷

یہ تو صحابۂ کرام کی شان اور مقام ہے اور شہداء کے متعلق قرآن مجید گواہ ہے کہ " لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ " (آل عمران: ۴۔ ترجمہ: جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے، ان کو مردہ نہ گمان کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں (جنت) سے رزق دیتا ہے۔ سبحان اللہ

یہ شہداء کا مقام ہے، اس کے اوپر صدیقین کا طبقہ ہے۔ ان کے اوپر انبیاء کا طبقہ ہے۔ انبیاء کرام کے اوپر امام الانبیاء، خاتم المعصومین، سید الاوّلین والآخرین، سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ ہے۔ ان کی زندگی بھی بابرکت اور حیات بعد الممات بھی بابرکت، جہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ اور امت مسلمہ کے لاکھوں کروڑوں مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔ روضۂ اقدس پر حاضری اور صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرنا مسلمانوں کی متاعِ حیات اور عظیم سعادت ہے۔

قبرِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کی زیارت:

" مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ " پر مسلک اہل السنۃ والجماعت کا ایمان ہے۔ فتنۂ مماتیت اپنے انجام سے بے خبر ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب کو تختۂ مشق بنا رہی ہے، العیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کیا وہ کمالات نبوت اور خصائص رسالت سے اعراض کر کے کبھی شفاعتِ نبوی کی امیدوار ہو سکتی ہے؟ فیا للعجب!

عقیدہ حیات الأنبیاء اور سلف صالحین:

گزشتہ صفحات میں ہم نے احادیث نبویہ کی روشنی میں حیات انبیاء علیہم السلام پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ اب ہم اس عقیدے سے متعلق علماءِ سلف، ائمہ اربعہ کے فقہاء اور مسلک علماء اہل السنّت والجماعت علماءِ دیوبند کے نظریات وعقائد پیش کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی (شافعی)، المتوفی: ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

" اِنَّ حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی قبره لا یعقبُها موت بل یستقر حیا والانبیاء احیاء فی

قبــورهــم "۔ (بہ حوالہ فتح الباری، شرح بخاری، ص:۲۲، ج:۷، طبع مصر) ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے، جس پر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (حنبلی)، المتوفیٰ: ۷۲۸ھ فرماتے ہیں:

" ان اللـه تعالیٰ حَرَّمَ علی الارض اَن تاکل لُحوم الانبیاءِ علیهم السلام واخبر انه یسمع الصلاۃ والسلام من القریب و انه یُبلّغ ذالک من البعید " (بہ حوالہ مناسکِ حج، ص:۸۴، طبع دہلی) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچایا جاتا ہے۔

۳۔ ملاّ علی قاری (الحنفی) المتوفیٰ: ۱۰۱۴ھ، فرماتے ہیں:

المعتقد المعتمد انه صلی الله علیه وسلم حَیٌّ فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم " (بہ حوالہ شرح شفاء، ص: ۱۴۲، ج: ۳، طبع مصر) ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر (مبارکہ) میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کے صلوٰۃ وسلام کو جو ان پر پڑھے۔ **وان الانبیاء احیاء فی قبورهم فیمکن لهم سماع صلوٰۃ مَن صلّی علیهم** (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص:۲۱۹، ج:۲)

۴۔ محدث کبیر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفیٰ: ۹۰۲ھ فرماتے ہیں:

نحن نؤمن و نصدق بانه صلی اللّٰه علیه وسلم حَیٌّ یُرزقُ فی قبره ان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا ۔ ترجمہ: ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر اہلِ حق کا اجماع ہے۔ (بہ حوالہ القول البدیع، ص: ۱۲۵)

درج بالا حوالہ جات سے ائمہ اربعہ، احناف، شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ مسلک کے علماء کرام کا عقیدہ اور نظریہ واضح ہوگیا کہ یہ تمام حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور سماع کے قائل ہیں اور اس عقیدہ پر ان کا اجماع ہے۔ اب ہم مسلک اہل سنت والجماعت علماءِ دیوبند کے عقائد وفتاویٰ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

عقیدۂ حیات الانبیاء وعلماءِ دیوبند:

آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل ۱۳۲۴ھ میں بعض حالات کی بنا پر علماء وحرمین شریفین نے اکابر علماءِ دیوبند

سے اُن کے عقائد وافکار جانچنے کے لیے ۲۶ سوالات کیے۔ چاں چہ اس وقت موجود اکابر علماء دیو بند نے اپنا مسلک واضح کیا اور اس پر اپنی تصدیق کی مہریں ثبت کیں۔ شارح ابوداؤد، فخر المحد ثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے ان جوابات کو تحریر کیا اور مفتی اعظم دار العلوم دیو بند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ و دیگر علماء نے اس رسالہ پر اپنی تصدیقات تحریر فرمائیں اور فقط اعتماداً نہیں بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر حضرت مفتی کفایت اللہ قدس سرہ نے فرمایا کہ " رَأیتُ الأجوبۃَ کلَّھَا فوجدتھا احقۃ صریحۃ " ترجمہ: میں نے تمام جوابات خود دیکھے اور انھیں حق صریح پایا (بہ حوالہ تسکین الاتقیاء)

ان عقائد پر پھر مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، جامع ازہر مصر اور شام کے علماءِ کبار جن میں احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ مسلک کے علماء کرام شامل تھے، اس پر تصدیقات فرمائیں اور یہ رسالہ ''المُھَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّدْ '' (تیز ہندی تلوار بوسیدہ ہدفوں پر) کے نام سے عربی میں اور عقائد علماءِ دیو بند کے نام سے اردو میں شائع ہوا۔ چنانچہ اس مسئلہ میں ایک سوال اور اس کا جواب بعینہٖ رقم کیا جاتا ہے۔

السؤال الخامس: مَا قولکم فی حیات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبْرہ الشریف من ذلک امر مخصوص ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیھم حیٰوۃ برزخیۃ .

ترجمہ: کیا فرماتے ہو، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریفہ میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا تمام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب: (عربی متن کا اردو ترجمہ پیش خدمت کیا جا رہا ہے) ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر (مبارک) میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے، بلا مکلّف ہونے کے اور حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ اور ویسی (حیات) برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔ چناں چہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیا فی حیٰوۃ الأنبیاء '' میں بہ تصریح لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے۔ بس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب قدس سرہٗ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے، (آب حیات) جو نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل ہے جو طبع ہو کر شائع ہو

چکا ہے۔ (بہ حوالہ المہند علی المفند، ص:۱۳، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

ا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ المہند کے سابقہ سوال کے بارے میں فرماتے ہیں: ہمارے اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے کہ کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں (المہند، ص:۳)

۲۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کچھ اس رسالہ المہند میں لکھا ہے، حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں بھی نص صریح کے ساتھ موجود ہے، یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔ میں ہوں بندۂ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ (بہ حوالہ المہند، ص:۴۸)

۳۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **یُرید لقوله الأنبياء أحياء مجموع الاشخص لا الارواح فقط** . (بہ حوالہ حجۃ السلام، ص:۱۳۶)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (کے بموجب) انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح وبدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں۔ (بحوالہ تسکین الاتقیاء فی حیوۃ الانبیاء، ص:۸۶)

۴۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدارداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسد اطہر کو کھا سکے۔ بس اللہ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ (بہ حوالہ نشر الطیب، ص:۳۵۰۰)

۵۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الانبیاء احیاء عند ربھم یُرزقون** . ۔ انبیاء علیہم السلام (قبروں میں) زندہ ہیں، انھیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔ (بہ حوالہ فتح الملہم شرح مسلم، ص: ۳۳۰، ج:۱)

۶۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی حاضری جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے، آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (بہ حوالہ مکتوبات شیخ الاسلام، ص:۱۱۹، ج:۱)

۷۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے

بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے، جو اکابر علماءِ دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسدِ عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات بہ اعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور بہ اعتبار برزخ برزخی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اوراجماعی عقیدہ ہے اور ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اس پر مدلل اور مفصل ارشادات (تحریر) فرمائے ہیں۔ (اقتباس: کتاب مقام حیات)

۸۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسّی اور جسمانی ہے، اس لیے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواحِ کفار کو بھی حاصل ہے۔ (بہ حوالہ سیرۃ المصطفیٰ، ص: ۳۷۵، ج: ۲)

۹۔ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا خوف وتردد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک (۶۸ سال قبل) اہل السنّت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطے میں اس بات کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث وفقہ کی علم وکلام کی ہو یا تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ **مَنْ ادَّعٰی خلافه فعلیه البیان و لا یمکنه ان شاء الله تعالیٰ الی یوم البعث و الجزاء و المیزان.** ترجمہ: جس کو اس کے خلاف دعویٰ ہو، اُس پر جواب واجب ہے، لیکن یہ ناممکن ہے، ان شاء اللہ قیامت اور جزاء اور میزان کے دن تک، وہ جواب نہیں دے سکتا۔ (راقم شاہیم میر محمد) تسکین الصدور، ص: ۳۸۲

۱۰۔ قائد احرار جانشین امیر شریعت، راقم کے مرشد اور ہزاروں کارکنانِ احرار کے شیخ ومربّی، امام اہل سنت، حسنی وحسینی سادات کے چشم و چراغ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر ہر تقریر وبیان میں توحید وختمِ نبوت کے ساتھ عصمتِ انبیاء وحیات انبیاء علیہم السلام، منصبِ نبوت ومقامِ صحابہ واہلِ بیت علیہم الرضوان پر تفصیلاً گفتگو فرمائی۔ انھوں نے دستورِ احرار ومجلس خدام صحابہؓ میں پوری تفصیل ووضاحت کے ساتھ عقیدہ تحریر کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ودیگر انبیاء کرام علیہ السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں۔ ان کا ایک فقرہ نقل کرتا

ہوں جو فتنۂ مماتیت پر ضربِ کاری ہے۔ مسائلِ قربانی کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ممات النبی کے توہین آمیز عنوان کے ساتھ امت میں فتنہ برپا کرنے والے کسی گستاخِ رسول کا ہاتھ، قربانی کے جانور کو ذبح کے لیے نہ لگوائیں۔ (بہ حوالہ احکام ومسائل، ص:۳۷۹)

حضرت شاہ جی ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بیسیوں بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، ان کے نعتیہ کلام کا ایک شعر درج کررہا ہوں:

دعاءِ نیم شب آہِ سحر گاہی کا ثمرہ ہے
کہ اب وہ خواب میں محروم فرمایا نہیں کرتے

فتنۂ مماتیت کے علم برداروں کو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہیں ہوگی۔

۱۱۔　حضرت مولانا میاں مسعود احمد صاحب، سجادہ نشین خانقاہ دین پور شریف، فرماتے ہیں: الحمدللہ! اکابرین دین پور شریف سید العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس مولانا عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشینان دین پور شریف کا عقیدہ اس مسئلہ میں اثباتِ حیات (پر) تھا اور ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔

بفضلہٖ تعالیٰ فقیر بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مسئلہ میں اثبات حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے۔ انھوں نے کہا کہ تقسیم ہند سے پہلے حضرت اوّل (خلیفہ غلام محمد حیات) کے متعلق میرے داداجان حضرت مولانا میاں عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت اوّل نے خان پور میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا، جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء علیہم السلام کے موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے اس مسئلہ کو پوری شرح وبسط ساتھ واضح فرمایا۔ اور اس فتنہ کے مضمرات سے (لوگوں کو) آگاہ فرمایا۔ اسی طرح حضرت اقدس ثانی (مولانا) عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیمِ ہند کے بعد اپنے متعلقین ومریدین وحلقہ میں دورہ فرما کر اس فتنہ (مماتیت) کے اثرات بد سے آگاہ فرمایا۔ بندہ ناچیز (حضرت میاں مسعود احمد مدظلہ العالی زیبِ سجادہ درگاہِ عالیہ دین پور شریف ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ) ایک خط سے اقتباس جو تسکین الاتقیاء کے مؤلف کے نام تحریر کیا گیا۔

امید ہے کہ متلاشیانِ حق کے لیے یہ مضمون حیات انبیاء علیہم السلام فائدہ مند ہوگا۔ لیکن ہٹ دھرم اور تعصب پسند کا کوئی علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے اور اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت عطا فرمائے۔ آمین **بجاھک یا رب وبطفیل نبیک وحبیبک وخلیلک محمدنِ النبی الامّی والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین .**

عطامحمد جنجوعہ

صدق وصفا کے پیکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہر نبی گزشتہ انبیاء کی تصدیق کرتا رہا اور آنے والے ہر نبی کی خوشخبری دیتا رہا۔ قرآن حکیم میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔

(ترجمہ) اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور اس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔ (سورہ: الصّف، آیت: ۶)

سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ انبیاء کرام کی تصدیق کی لیکن کسی نئے نبی کے آنے کی بشارت نہ دی بلکہ اعلان فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد قیامت ہوگی۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں محمد ہوں'' ''میں احمد ہوں، ماحی ہوں کہ میرے ذریعے کفر کو ختم کیا جائے گا میں حاشر ہوں کہ میرے بعد حشر برپا ہوگا میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں'' (صحیح بخاری 3532، صحیح مسلم 2354)۔

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے مبشر نہیں اس بنا پر آپ کا مصدق کوئی نبی بھی آپ کے بعد نہیں۔ جبکہ امت میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی۔ اِدھر شمع رسالت چمکی اُدھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں اُتری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے صدیق کا اعزاز حاصل کیا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر چڑھے تو آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمر اور سیدنا عثمانؓ بھی تھے۔ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر اسے فرمایا ''احد! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں'' (صحیح بخاری کتاب فضائل النبی ۳۶۸۷)۔

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں اور ابوبکر صدیقؓ قصرامت کی پہلی اینٹ ہیں۔ صدیقؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح رہے جس طرح سایہ اصل کے ساتھ چلتا ہے اور دورِ خلافت میں سیدنا عمرؓ سمیت دیگر صحابہ کرامؓ سے اختلاف گوارا کرلیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مقدم رکھا۔ انہوں نے لشکرِ اسامہ کو روانہ کیا اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔ جن کے دورِ خلافت میں اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور

سلطنت میں امن واستحکام نصیب ہوا جن کی شان اقدس میں دورِ حاضر کے کسی بدباطن شخص نے ہرزہ سرائی وگستاخی کی ہے۔

اقوام عالم میں مذہبی اور قومی سطح پر کئی قائد گزرے ہیں۔ جن کی تعلیم وتحریک سے کچھ لوگ متاثر ہوئے وہ اپنے قائد اور اُنکے ساتھیوں کا ادب کرتے ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقباء، عیسائی حضرت مسیح علیہ اسلام کے حواریین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس طرح سکھ گورونانک کے چیلوں کا احترام کرتے ہیں۔ مذاہب عالم میں رافضی گروہ منفرد حیثیت کا حامل ہے جو ماسوائے تین چار کے باقی اصحاب الرسول علیہم الرضوان سے تبرا کرتا ہے، اظہار برأت کرتا ہے۔ بدر کے میدان میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والے حدیبیہ میں جان قربان کرنے کا عزم کرنے والے اور غار کا ساتھی مزار کے رفقاء اُن کی نظروں میں صاحب ایمان نہیں۔

قابل غور نکات:

گزشتہ انبیاء کرام کی نبوت ایک بستی تک محدود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو کائنات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلِمِیْنَ'' اور (اے پیغمبر) ہم نے تمھیں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے'' (سورہ: انبیاء: آیت: 107)

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک بنی نوع انسان کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے تشریف لائے قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے (الاعراف 158)

اللہ سبحانہ نے آپ پر جو عالمی ضابطہ حیات نازل کیا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا،

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ

''یہ تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہے''۔ (سورہ: ص، آیت: ۸۷)

قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر نازل کردہ دائمی وآفاقی اعزاز کا تذکرہ فرمایا۔

''بہت بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والے بن جائے''۔ (سورہ: الفرقان، آیت: ۱)

تمام انبیاء کرام کی تعلیم میں عقیدہ توحید کی دعوت کی یکسانیت رہی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرعی احکام

میں ترمیم ہوتی رہی۔ رحمت عالم کی بعثت سے قبل کسی نبی یا رسول کو تکمیل دین کی نعمت سے نہیں نوازا گیا، کیونکہ انبیاء کرام کا سلسلہ جاری وساری تھا۔ جبکہ اب کائنات نے دین کی تکمیل کی نعمت وعظمت اور رفعت کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا

آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو دین کو طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کرلیا۔ (سورہ: المائدہ، آیت: 3)

اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کے نعمت عطا کرنے کے بعد بنی نوع انسان کو واشگاف الفاظ میں آگاہ فرمایا۔

(لوگو) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔ (سورہ: الاحزاب، آیت: 40)

اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دین اسلام کے آفاقی وہمہ گیر ضابطہ حیات کی علمی وعملی پہلوؤں کی حفاظت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ کی جماعت کی رفاقت نصیب فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِن اللـه نـظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد ﷺ خیر قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه فـابتـعثه برسالته ، ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد ﷺ فوجد قلب اصحابه خیر قلوب العباد فجعلهم وزراء نبیه.

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام بندوں کے دلوں سے بہترین دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ تو اسے اللہ نے اپنے لیے چن لیا اور اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو منتخب کرنے کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو ان کے صحابہ کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وزراء بنا دیا۔ (الطیالسی: ص۲۳، مسند احمد ص ۳۷۹ ج ۱، شرح السنہ: ص۲۱۴ ج ۱، الشریعہ: ص۱۶۷۵ ج ۴)

صحابہ کرام دین اسلام کے وارث ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں جنہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے پسند فرمایا۔ صحابہ کرام نے دعوت وجہاد کے میدان میں وفا و شجاعت کی لازوال داستانیں رقم کی۔ غزوہ بدر میں صحابہ کرام کی تعداد تین سو تیرہ تھی، حدیبیہ میں پندرہ سو، فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع میں چالیس ہزار، غزوہ تبوک میں ستر ہزار اور بوقت وفات نبویؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ جن صحابہ کرام سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں ان کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

صحابہ کرام میں مہاجرین وانصار کا مرتبہ باقی صحابہ کرام سے زیادہ ہے۔ مہاجرین وانصار میں سے اہل حدیبیہ کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر اور اہل بدر میں سے عشرہ مبشرہ کا اور عشرہ مبشر میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا ’’(لوگو) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور اس نے اپنی جان اور مال سے میری مدد کی۔ (صحیح بخاری کتاب الفضائل اصحاب النبی ۳۶۶۱)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں آپ پر نازل ہونے والا دین سماجی ومعاشی ،معاشرتی، عدالتی، قومی وبین الاقوامی مسائل وضروریات سے متعلق ہر لحاظ سے اکمل وکامل احکام وہدایات پر مشتمل دین ہے جو قیامت تک مشرق ومغرب میں پیش آمدہ مسائل پر راہ نمائی کرتا رہے گا۔

یہ کامل اکمل آفاقی دین صحابہ کرام کے توسّط سے امت تک پہنچا، اگر صحابہ کرام کو درمیان سے نکال دیا جائے تو یہ دین (قرآن، سنت) جس پر امت مسلمہ عمل پیرا ہے اس پر اعتقاد متزلزل ہو جائے گا۔ صہیونی تحریک کے پس منظر میں یہی مقصد کارفرما ہے کہ امت مسلمہ کے افراد قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر ریاستی قانون سازی میں منشأ عام کے نظریے کے پیروکار بن جائیں۔

صحابہ کرام پر تنقید کرنے اور ان پر الزام تراشی کا مقصد ان ہی تک نہیں رہتا بلکہ اللہ، رسول، کتاب وسنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ نے قرآن حکیم میں منصب رسالت کے اہم مقاصد بیان فرمائے ہیں

حقیقت یہ کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان ان ہی میں ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے اور انھیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ (سورہ: آل عمران، آیت:۱۶۴)

درندہ صفت انسان کیونکر فرشتہ صفت سیرت بن گئے۔ جنھیں کوئی اپنا غلام بنانا پسند نہیں کرتا تھا، کیونکر آئین جہانبانی میں دنیا بھر کے استاد ہو گئے۔ جن کی گھٹی میں شراب تھی، ظلم وستم جن کا شعار تھا، کفر وشرک اور فسق وفجور کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے صدیاں گزر گئی تھیں، ان میں یہ اکمل تبدیلی اور ہمہ گیر انقلاب کیونکر آیا۔ جنھوں نے کبھی ان حقائق پر غور کیا ہے وہی اس نبی معظمؐ کی شان رفیع کو جان سکتے ہیں۔ تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور ترتیب صالحہ سے یہ مبارک انقلاب روپذیر ہوا۔ (ضیاء القرآن)

محسنِ انسانیت سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتزکیہ کی اثر پذیری کا ثمر ہے کہ صحابہ کرام تپتی ریت

اور دہکتے کوئلوں پر لیٹ کر بھی اَحداً احد پکارتے رہے۔ وہ رات کو اٹھ کر اللہ کی حمد وثنا کرتے تو دن میں جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔

ہجرت کے سفر کے دوران رات کا وقت تھا پتھریلی زمین تھی پاؤں میں نعلین نہ رکھتے تھے۔ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں کے بل چلتے رہے تاکہ زمین پر پاؤں کے نقوش ظاہر نہ ہوں، یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر دوڑنے لگے یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس غار کے دروازے پر جا اُتارا۔ سیرت حلبیہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 36

قابل غور پہلو ہے کہ رسالت محمدی کی تصدیق کر کے ''صدیق'' کا اعزاز حاصل کرنے والے اور اذ یقول لصاحبہ (التوبہ 40) کے مصداق ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کرام (اُولیک ھم الرشدون (الحجرات: 7) کے ایمان پر شک کرنے سے لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ نفس کے منصب کی بجا آوری سے قاصر رہے جو قرآنی آیت کی صریح تکذیب ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی تفسیر وتعبیر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی بالکل اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تعبیر وتکمیل صحابہ کرام کے عمل وکردار کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ عقیدہ ختم نبوت اور اسلام کے اکمل وکامل ہونے کے دعویٰ کو یقینی بنانے کے لیے قصر امت کی پہلی اینٹ سیدنا ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کرام کے صدق وصفا پر ایمان رکھنا ہم پر لازم ہے یہی دعوت فکر ہے۔

اعلان

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کی مقامی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں تمام اراکین کی متفقہ رائے سے جامعہ عربیہ دار العلوم نعمانیہ صالحیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو سرپرست اعلیٰ مجلس احرار ڈیرہ اسماعیل خان مقرر کر دیا گیا ہے۔

ملک عاصم عطاء (ترجمان مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان)

غلام مصطفیٰ پہلی قسط

فدک کی حقیقت

کتب لغت وجغرافیہ میں مقامِ فدک کا ذکر:

قاموس: فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ مصباح اللغات: وہ ایک بلدۃ ہے یعنی آبادی جو مدینہ سے دو روز کی مسافت پر ہے۔ لسان العرب: خیبر سے ایک منزل دور۔ مراصد الاطلاع علی السماء والقبا، مطبوعہ جرمنی جلد دوم صفحہ نمبر 337: فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے، اُسے خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فئے کیا تھا۔ اس میں چشمے اور کھجور کے درخت تھے۔ معجم البلدان یاقوت حموی: فدک ایک گاؤں ہے مدینہ سے دو تین دن کے فاصلے پر۔ فتح الباری شرح بخاری، جلد نمبر 6: فدک ایک قصبے کا نام ہے اس میں اور مدنیہ میں تین دن کا فاصلہ ہے۔ مجالس المومنین جلد نمبر 1 صفحہ 48 قاضی نور اللہ شوستری۔

روافض کے نزدیک فدک کی حدود:

لیکن بعض حضرات نے اس باغ کی جو حقیقت اور حدود اربعہ بیان کیا ہے، انسانی عقل اُس کو سُن کر دنگ رہ جاتی ہے، کیونکہ اُنہوں نے اس کا جو حدود اربعہ بیان کیا ہے اس میں قریباً نصف کرہ ارض آجاتا ہے۔

مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم سے عرض کی آپ فدک کی حدود بیان فرمادیں تو امام نے کہا! ایک حد اُس کی اُحد پہاڑ ہے، دوسری حد اُس کی عریش مصر ہے، تیسری حد اُس کی سمندر کا کنارہ ہے، اور چوتھی حد اُس کی دومتہ الجندل ہے۔ بحوالہ، بہارالانوار صفحہ نمبر 101، اصول کافی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 543، تہران (شیعہ کتب)

چنانچہ رافضی عالم مُلّا باقر مجلسی نے مناقب ابن شہر آشوب سے بڑی ثقاہت کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے سید موسیٰ کاظم سے کہا کہ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ وہ ''فدک'' لے لیجئے جس کے لیے آپ اور آپ کے باپ دادا کہتے آئے ہیں کہ وہ ہم سے غصب کرلیا گیا ہے۔

آپ نے ہارون الرشید کی اس استدعا کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ہارون الرشید نے کئی دفعہ موسیٰ کاظم سے اس بارہ میں کہا لیکن آپ نے مثبت اور منفی میں اُس کا کوئی جواب نہ دیا۔ آخر جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اُسے ہرگز لینے کے لیے تیار نہیں ہوں جب تک کہ وہ مجھے صحیح حدود کے ساتھ نہ دیا جائے، ہارون الرشد نے کہا کہ: آپ مجھے اس کا حدود اربعہ بتائیے؟ سید امام موسیٰ نے کہا کہ اگر میں نے اُس کے حدود بتلائے تو پھر آپ مجھے وہ ہرگز دینے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ ہارون الرشید نے حلفاً کہا کہ میں آپ کو وہ ضرور دوں گا۔ خلیفہ کے اس اقرار پر سید موسیٰ کاظم نے اس کے حدود بیان کیے کہ اس کی ایک حد عدن ہے۔ یہ سن کر ہارون الرشید کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر

دوسری حد بتلائی کہ وہ سمرقند ہے، یہ سُن کر ہارون الرشید کا چہرہ ٹمٹمانے لگا۔ پھر موسیٰ کاظم نے کہا کہ اُس کی تیسری حد افریقہ ہے۔ موسیٰ کاظم کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر ہارون الرشید کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ پھر موسیٰ کاظم نے کہا کہ اس کی چوتھی حد سمندر کا وہ کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون الرشید نے کہا کہ حضرت آپ نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ سیدنا موسیٰ کاظم نے کہا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا تھا کہ اگر میں تمھیں فدک کے حدود بتاؤں گا تو تم وہ مجھے ہرگز نہیں دو گے۔ اس پر خلیفہ ہارون الرشید نے سیدنا موسیٰ کاظم کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ بحوالہ بہار الانوار صفحہ نمبر 101۔ اصول کافی، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 543، تہران۔

اصلیت کیا ہے:

بنوقریظہ اور خیبر کے بعض قبائل نے اہل اسلام سے مرعوب ہوکر جو جائیدادیں اہل اسلام کے سپرد کیں تھیں۔ قرآنی اصطلاح میں وہ مالِ فیئ کہلاتا ہے۔ اُن کے آٹھ مصارف سورت حشر میں مذکورہ ہیں۔ یہ جائیدادیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھیں۔ کیونکہ کسی مسلمان مجاہد کا ان میں حصہ نہیں تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابدید سے مذکورہ بالا مصارف میں کُلاً یا جزاً کمی بیشی کے ساتھ خرچ کرتے تھے اپنا ذاتی اور رشتے داروں کا خرچہ بھی اسی سے نکالتے تھے۔ اصول کافی میں تصریح ہے کہ یہ جائیداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام جانشین کی تحویل میں چلی جاتی ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق اُن میں تصرف کرتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اس حیثیت سے جانشین مقرر ہوئے تو سیدہ فاطمہ الزہراہ نے خلیفہ کی یہ حیثیت تسلیم کرتے ہوئے بذریعہ قاصد یہ مطالبہ کیا کہ فدک نامی شہر کی جائیداد جس کی آمدنی ہم استعمال کرتے ہیں براہ راست میری تحویل میں دے دیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق نے فرمایا! یہ وراثت کی سی شکل ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان میں نے سُنا ہے کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اُن کا ترکہ صدقہ عام ہوتا ہے آپ کو خرچہ کے لیے وہ آمدنی ملتی رہے گی۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملا کرتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن میں بطور وراثت وہ جائیداد آپ کے حوالے نہیں کرسکتا۔

کیونکہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف چلوں گا تو گمراہ ہوجاؤں گا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا یہ معقول جواب سُن کر خاموش ہوگئیں۔ پھر اس مسئلہ پر آپ سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ چھ 6 ماہ بعد رحلت فرما گئیں۔ یہ ہے اس سارے واقعہ کی اصل حقیقت جس کو بنیاد بنا کر روافض صبح وشام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دشنام طرازی کا بازار گرم رکھتے ہیں۔

واقعہ فدک پر رافضی مؤقف:

جب آقا نامدار علیہ السلام اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور سیدنا ابوبکر صدیق مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دربار صدیقی میں تشریف لے گئیں۔ اور اپنے بابا کی جائیداد میں سے حصہ مانگا۔ سیدنا ابوبکر صدیق نے معاذ اللہ ایک جھوٹی حدیث اپنی طرف سے سنا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو اُن کے حق سے محروم کر دیا اور وہ اتنی دل برداشتہ ہوئیں کہ تادم وفات ان سے بات تک نہ کی!

تجزیہ:

پہلے ہم کتب روافض کی روشنی میں یہ دیکھتے ہیں کہ کیا حضرات انبیاء کرام کی وراثت مالیہ ہوتی ہے؟

پہلی دلیل، اصول کافی باب العالم والمتعلم صفحہ نمبر 8۔

سیدنا امام جعفر صادقؒ نے فرمایا! کہ خُدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! علماءِ دین پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں۔ اس لیے خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے ہیں۔ پس جس نے علم دین حاصل کیا وہ بڑا نیک بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

بحوالہ، اصول کافی صفۃ العلم والفضیلیہ صفحہ نمبر 7 جلد نمبر 1۔

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا! علمائے دین اسلام پیغمبروں کے وارث ہیں اور یہ اس لیے کہ پیغمبروں نے کسی کو سونے چاندی کا وارث نہیں بنایا۔ جس کسی نے ان بزرگوں کی حدیثوں میں سے کچھ حاصل کر لیا اُس نے بڑا بھاری نصیبہ حاصل کر لیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہؒ کو وصیت فرماتے ہیں:

بحوالہ، من لایضرہ الفقیہ، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 346۔

علم دین حاصل کرو اس لیے کہ علمائے دین ہی پیغمبروں کے وارث ہیں۔ تحقیق کہ پیغمبروں نے کسی کو سونے چاندی کا وارث نہیں بنایا لیکن اُنہوں نے علم دین کا وارث بنایا۔

فریق مخالف کی کتب معتبرہ سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء علیہ السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔ اب دوسرے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں کہ! صرف سیدنا ابوبکر صدیق ہی راوی ہیں یا دیگر حضرات صحابہ کرام بھی؟

مخالفین بالخصوص نائب امام خُمینی کا اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں یہ کہنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کر کے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر شرعی وارثوں کا حق وراثت تلف کر دیا۔ معاذ اللہ، ایک جھوٹی حدیث بنا کر جس کے راوی سوائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی اور نہیں تھے۔

یہ باطل نظریہ اُن کے بے بنیاد اور باطن کی سیاہی کی پیداوار ہے۔ بخاری شریف، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 335، اور بخاری شریف، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 995 میں یہ حدیث موجود ہے۔ اسی طرح مسلم شریف جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 92 پر یہ حدیث موجود ہے

مشہور مُحدث امام ابوبکر احمد بن علی بن سعید الاموی المروزی، ''حسن'' سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر سے اپنی وراثت طلب کی تو سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے خود آنحضرت سے سُنا کہ میری وراثت تقسیم نہیں کی جاسکتی۔ نیز یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں ذکر کی ہے، یہ صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہی نہیں بلکہ اس کے قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت منقول ہے۔

(1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ	(2) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ
(3) سیدہ عائشہ صدیقہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا	(4) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
(5) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	(6) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ
(7) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ	(8) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
(9) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ سب حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تصدیق کنندہ ہیں۔ ایسے مشہور فرمان رسول کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فرمان پر عملدرآمد کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔

اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس صداقت و دیانت داری پر بعد کے خُلفاء نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان امور یعنی فدک وغیرہ، اموال بنی نضیر وغیرہ میں وہی دستور جاری رکھا جو کہ خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روا رکھا۔

اس طرز و طریق صدیقی سے اختلاف نہیں کیا حالانکہ حق داروں کے حقوق ہمارے عقیدہ کے موافق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت میں صحیح طور پر دلوائے اور پورا پورا انصاف، انصاف خواہوں کے حق میں کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہمارے نزدیک ہر ایک کے ساتھ برابر انصاف ہوتا رہا ہے۔

تو اہل بیت نبویؑ سے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عدل وانصاف تو یقیناً ہونا لازمی تھا اور ہوا اور ضرور ہوا۔

پھر دوسری تائید کہ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رشتہ داران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عین انصاف تھا۔ یہ ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی ششماہی خلافت میں بھی قرابت داران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سلوک روا رکھا۔

جس طرح سیدا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روا رکھا تھا۔ اور اجتماعی فریقین کی شہادتیں جن کو کبھی بھی نہیں جھٹلایا جاسکتا خود بنی ہاشم خلفاء کا عمل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے حرف حرف کی تصدیق کر رہا ہے تو خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق کیوں موردِ مطاعن ٹھہرے۔

(جاری ہے)

عطاء الرحمٰن قاسمی

شادی مگر سادی

نکاح اور شادی دین کا ایک ایسا حصار ہے جو انسان کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر جنسی خواہشات کو پورا کرنے کا پابند بناتا ہے۔ اسلام نے پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی گذارنے کے لیے ہمیں نکاح کے ذریعہ جنسی بے راہ روی سے روکا ہے اور پاک دامنی کی نیت سے نکاح کرنے کو برکت کا باعث قرار دیا ہے۔ نکاح ایسا شرعی معاملہ ہے جس کے ذریعہ زنا اور اس کے لوازمات کا سد باب ہوجاتا ہے۔ نکاح اللہ کی بڑی نعمت ہے دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہوتے ہیں۔ اس میں بہت فائدے اور بے انتہا مصلحتیں ہیں۔ جس کام کا شریعت میں تاکیدی حکم کیا گیا ہو یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو وہ دین کا کام ہے۔ اس اعتبار سے نکاح بھی دین کا کام ہے کہ شریعت کے اندر بعض حالات میں اس کا تاکیدی اور بعض حالات میں ترغیبی حکم ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے۔ ہمارے فقہاء احنافؒ نے اس کو نفلی عبادت وغیرہ سے افضل کہا ہے۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات اور پاکیزہ نظام زندگی ہے۔ اس کی تعلیمات زندگی کے ہر گوشے پر محیط ہیں، چنانچہ شادی اور نکاح کے بارے میں بھی اسلام کی تعلیمات نہایت واضح انداز میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں اور ایک ایک چیز اور ہر ہر جزء کے لیے رہنما ہدایات منقول ہیں، نکاح کو بہت سادہ انداز میں کیے جانے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ زیادہ برکت والا نکاح وہ ہوتا ہے جو خرچ وغیرہ کے اعتبار سے نہایت سادہ اور آسان ہو (اور اس میں دیگر تکلفات اور بے جا رسم ورواج کی پابندی نہ کی جائے)۔ اسلام نے شادی کو سادی کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر آج ہم نے شادی کے نام پر خرافات کا وہ طوفان برپا کیا کہ ہم اپنے دین ومذہب کی مخالفت بھی کررہے ہیں اور اپنی نسل اور اپنا مال بھی برباد کررہے ہیں۔

ملت کا دود رکھنے والے تمام مخلص حضرات کا ملی فریضہ ہے کہ قوم کو ان کی خود ساختہ رسموں اور فضول خرچیوں سے اور ملت کو جگ ہنسائی سے بچانے کے لیے کوئی مؤثر عملی قدم اٹھائیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منظور کرلیا تو عقد نکاح کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لاؤ۔ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقد کردیا اور کھجوریں تقسیم فرمادیں۔

آج ہم اپنی شادیوں کی حالت اور ان میں ہونے والے بیہودہ کاموں کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہ کے دور کی شادیوں اور آج کل ہونے والی شادیوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ وہاں سکون اور وقار تھا تو یہاں ہڑبونگ اور انتشار ہے، وہاں انسانیت تھی تو یہاں شیطانیت ہے، وہاں رضائے خداوندی مطلوب تھی یہاں رضائے نفسانی مطلوب ہے، وہاں خلوص تھا یہاں فلوس ہیں، وہاں کفایت شعاری تھی یہاں اسراف اور فضول خرچی ہے، وہاں اخفا تھا تو یہاں بڑائی کا اظہار ہے......غرض کسی طرح دونوں میں کوئی مناسبت اور مطابقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دولت اس لیے نہیں دی کہ وہ اسے اسراف، فضول خرچ اور زمانۂ جاہلیت کی سی بے جارسوم اور خرافات میں اڑا دیں۔ مسلمان تو اس لیے نوازا جاتا ہے کہ وہ غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کی مدد کرے، بے سہارا خواتین اور یتیم بچوں کی ضرورت میں اپنی دولت خرچ کرے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ جو نکاح اور شادی کیا کرتے تھے وہ محض مسرت، شادمانی اور جوانی کی خوشی کا اظہار سمجھ کر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ زندگی کا ایک مقدس فریضہ، اتباع سنت، تحصیل ثواب، پاک دامانی، حصول اولاد کا ذریعہ سمجھتے ہوئے نہایت سادگی کے ساتھ اللہ اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کا ایک انمول نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ دھوم دھام، آن بان اور لوگوں کی کثرت اور بھیڑ بھاڑ سے محفل نکاح کو پاک صاف رکھتے تھے۔ صرف طرفین کے خانوادوں سے چند افراد کو اکٹھا کر کے فریضۂ نکاح ادا کر لیتے تھے۔ نکاح کی ان کے نزدیک وہ حیثیت نہ تھی جو آج ہمارے معاشرے میں ہوگئی ہے۔ ہماری شادیوں میں برپا ہونے والی اکثر چیزیں شرعی نقطۂ نظر سے بالکل غلط اور کافرانہ طور طریقوں سے مشابہ ہیں۔ گانوں باجوں وغیرہ کے متعلق تو حدیث شریف میں صاف صراحت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کو مٹانے کے لیے دنیا میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

مکہ معظّمہ کے رئیس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کیا موقع ہوسکتا تھا کہ صاحبزادیٔ رسول آپ کے نکاح میں آرہی ہیں۔ حضرت عثمان خود اتنے بڑے رئیس تھے کہ بے انتہا دولت کے علاوہ ہزاروں اونٹ اور گھوڑے آپ کی ملکیت میں تھے۔ نیز دوسرے ممالک سے بھی آپ کے تجارتی تعلقات خوشگوار اور مربوط تھے۔ آپ چاہتے تو بے شمار دولت اور زینت وآرائش کے سامانوں کی ریل پیل کر دیتے اور دھوم دھام کی ایسی نظیر قائم کر دیتے کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال دی جاتی۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ طریقہ منشاء اسلام کے منافی اور طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعاً خلاف ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی شادیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نہ تو جہیز کا ذکر ہوتا اور نہ فرمائشات ومطالبات اور بارات وغیرہ کا کوئی وجود، اور نہ کسی اور طرح کے رسم ورواج کا اہتمام......صرف محلّہ کے چند لوگ جمع

ہوجاتے اور نکاح منعقد ہوجاتا۔ اس موقع پرصرف کھجور یا چھوارے تقسیم کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ لڑکی والے کے ذمہ نکاح کے موقع پر اتنا ہی مسنون ہے، اس کی طرف سے دعوت طعام کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ لڑکے والے کی طرف دعوت ولیمہ مسنون ہے، پر وہ بھی حسب حیثیت ہی کی جاتی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنتی ہونے کی خوشخبری مل چکی تھی۔ جب ان کی شادی ہوئی تو محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نکاح کی اطلاع نہ دی۔ حالانکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی للہ عنہ مدینہ منورہ ہی میں تھے۔ شادی کے چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑوں پر عطر کا اثر محسوس کیا جو زرد رنگ کا تھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شادی کی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ ان کی شادی سے کس قدر سادگی ٹپک رہی ہے۔ جس میں نہ کوئی رسم ورواج کی پابندی ہے اور نہ کسی قسم کی دھوم دھام معلوم ہوتی ہے اور کئی روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی۔ حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر احسانات تھے، نوازشات تھیں، ہمدردیاں اور لازوال شفقتیں تھیں، جنہیں ایک معمولی اور ادنیٰ سا انسان بھی فراموش کر دینا گوارا نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ اتنے بڑے صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کریں۔ مگر ان کو معلوم تھا کہ منشاء شریعت یہی ہے مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے، تعلیم اسلام یہی ہے، فرمان رسول صلی اللہ علیہ یہی ہے۔ اس لیے انہوں نے نکاح کو سادہ طریقہ پر بغیر کسی شان، بان اور دھوم دھام کے انجام دیا اور رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ مسلمانو! اگر عزت وتوقیر چاہتے ہو؟ اور خدا کی نظر میں محبوب بننا چاہتے ہو؟ اگر حکومت واقتدار اور دارین کی سربلندی وسرفرازی چاہتے ہو تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہمیں ہر کام (خواہ وہ خوشی کا ہو یا غمی کا) ہر فعل ہر عمل شریعت کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ اسی میں ہمارے لیے حقیقی عزت ہے۔ اگر ہم نے غیروں کے طور طریقوں کو اپنا کر اپنی تہذیب، اپنی شناخت مٹا ڈالی تو سمجھ لیجئے کہ پھر ہم خود ہی مٹ جائیں گے اور جب تک باقی رہیں گے دنیا جہاں کی ذلت ہمارے گلے کا ہار ہوگی، جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں اور بھگت رہے ہیں۔

برادری کی یہ رسمیں، بندشیں، توبہ
کہ دل پہ چوٹ تو لگتی ہے کہہ نہیں سکتے

خدا ہمیں فہم سلیم عمل مستقیم عطا فرمائیں، تاکہ دین اسلام کی اور اس کے احکامات کی قدر وعظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو، غیروں کے طریقوں سے ہمیں نفرت ہو، ہر کام شریعت کی روشنی میں سنت کے مطابق کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین

واللہ اعلم بالصواب

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ چار روز

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اپنے استاد اور مربی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے خفیہ سیاسی مشن پر انہی کے حکم سے 1915ء یعنی پہلی جنگ عظیم کی ابتدائی دور میں ہی کابل تشریف لے گئے تھے۔ پھر اس وقت کی حکومت ہند نے انہیں جلاوطن قرار دیا اور قریباً 25 سال وہ ہندوستان واپس نہ آسکے، میں نے کبھی ان کو دیکھا نہیں، اپنے اساتذہ سے ان کے بارے میں جو کچھ سنتا رہا تھا اس کی بناء پر ایک جلیل القدر عالم اور مجاہد کبیر کی حیثیت سے دل میں ان کی بڑی عظمت ووقعت اور زیارت کی بڑی تمنا تھی۔

1937ء میں جب انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت ملک کے تمام صوبوں میں ایک دفعہ قومی حکومتیں قائم ہوئیں، تو انہیں ہندوستان آنے کی اجازت ملی اور وہ غالباً 1939ء میں تشریف لائے۔ آتے ہی انہوں نے چند بیانات اخبارات میں دیے، جو ہم جیسوں کو ہضم نہ ہو سکے اور ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ مولانا بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ اسی زمانہ میں صدر کی حیثیت سے جو خطبہ انہوں نے دیا اور اس میں جو رہنمائی کی، خود جمعیۃ العلماء نے اس کے قبول کرنے سے اپنے آپ کو مجبور سمجھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے، اس کے بعد جمعیۃ کے کسی اجلاس میں مولانا نے صدارت نہیں کی۔ ممدوح کی ان باتوں کی وجہ سے ان کی وہ علمی ودینی عظمت دل سے بالکل نکل گئی، جو بیسیوں برس سے قائم تھی، بلکہ ایک طرح کا بُعد اور توحش سا پیدا ہو گیا، اور یہ حال تنہا میرا نہیں تھا جہاں تک یاد ہے ہمارے تمام دینی حلقہ کا یہی حال تھا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند کے صدر اور جماعت دیوبند کے زعیم کی حیثیت سے ایک مفصل بیان شائع کرنا پڑا، جس میں مولانا سندھی رحمہ اللہ کے مقام اور ان کی قربانیوں کا پورا اعتراف کرتے ہوئے ان کی باتوں سے اپنا عدم توافق ظاہر کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ مولانا کی یہ ذہنی کیفیت اور یہ عدم توازن فلاں فلاں اسباب کی وجہ سے ہے۔

میں نے اسی زمانہ میں اپنے ماہنامہ (الفرقان) کا ...... جو اس وقت بریلی سے نکلتا تھا...... شاہ ولی اللہ نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ چونکہ اپنے افکار ونظریات کے سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نام بہت زیادہ استعمال فرماتے تھے، اور اپنی فکر کا ماخذ انھی کے فلسفہ کو بتاتے تھے، اس لیے میں نے ان سے مراد آباد کی ایک ملاقات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر ایک مقالہ لکھنے کی درخواست کی۔ مولانا نے منظور فرما لیا، اور چند دنوں کے بعد پورے دس صفحے کا مقالہ املاء لکھوا کر بھیج دیا جو شاہ ولی اللہ نمبر میں اور اس کے بعد کتابی شکل میں بھی

شائع ہو چکا ہے، اور جو بلا شبہ مولانا ممدوح کا شاہکار ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس مقالہ کو شاہ ولی اللہ نمبر میں پڑھ کر اسی زمانہ میں لکھا تھا کہ اس مقالہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مولانا سندھی رحمہ اللہ کی شاہ ولی اللہ کے علوم پر کس قدر گہری ہے، اور حکمت الٰہی کی معرفت میں ان کا مقام کتنا بلند ہے۔

مولانا موصوف نے اپنے اس مقالہ میں ان باتوں کو بالکل نہیں چھوا تھا جن کو وہ شاہ صاحب کے نام لے کر ان کے فلسفہ کا حوالہ دے کر نیشنلزم اور نظریہ وطنیت کے سلسلہ میں اس زمانہ میں بیان کیا کرتے تھے، جس سے ہم جیسوں کو سخت بُعد اور توحش ہوتا تھا۔ اس مقالہ کے مطالعہ کا اور اس سلسلہ میں مولانا سے جو خط و کتابت کرنی پڑی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا کے بارے میں ذہن نے یہ اعتراف تو کر لیا کہ ان کا علم بہت عمیق ہے اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ عوامی اور اخباری بیانات میں جدید طبقہ کو اپنی طرف کھینچنے اور قریب کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے الفاظ اور تعبیرات میں بہت زیادہ آگے چلے جاتے ہیں، لیکن اس سلسلہ کی ان باتوں و بیانات کی وجہ سے جو بُعد اور توحش دل میں پیدا ہو چکا تھا، اس کا کافی حصہ باقی رہا۔

1941ء میں راندیر ضلع سورت میں ایک دینی مدرسہ کی دعوت پر جلسہ میں میرا جانا ہوا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ بھی جلسہ میں مدعو ہیں، اور تھوڑی ہی دیر میں تشریف لانے والے ہیں۔ دو گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ مولانا تشریف لے آئے، ہم دونوں کا انتظام ایک ہی بلڈنگ بلکہ ایک ہی کمرے میں تھا، جلسہ تو صرف ایک ہی دن کا تھا لیکن راندیر کے علماء اور عمائدین سے ہماری جماعت دیوبند اور اس کے اکابر کے جو دیرینہ تعلقات ہیں ان کی وجہ سے کئی دن تک ہم دونوں کا وہاں قیام رہا۔ پہلی رات کو یہ واقعہ پیش آیا کہ عشاء سے کافی دیر بعد تک مقامی محبین ومخلصین کی مجلسیں اسی کمرہ میں لگی رہیں، ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت مولانا اپنے بستر پر لیٹ گئے اور یہ ناچیز اپنے بستر پر۔ ہم دونوں الگ الگ دو مسہریوں پر تھے۔ میں حسب عادت لیٹتے ہی سو گیا۔ آدھی رات کے بعد میری آنکھ کھلی، تو میں نے دیکھا کہ مولانا بجائے مسہری کے اپنے مصلے پر لپٹے ہوئے نیچے فرش پر سو رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ شائد نوافل کے لیے سویرے اٹھ گئے تھے اور اس سے فارغ ہو کر وہیں لیٹ گئے ہیں، لیکن مولانا اخیر شب میں اٹھے اور نوافل وغیرہ میں فجر تک مشغول رہے۔ دوسری شب کو بھی بالکل ایسا ہی واقعہ پیش آیا، پھر تیسری کو بھی یہی ہوا کہ رات کی مجلس برخاست ہونے کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی مسہریوں اور اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے، کسی وجہ سے اس رات تھوڑی ہی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مولانا اسی طرح اپنے مصلے میں لپٹے ہوئے نیچے فرش پر سو رہے ہیں۔ چونکہ کئی دن اور کئی رات ساتھ رہنے سے تھوڑی سی بے تکلفی ہو گئی تھی اور ان کی زندگی کے بعض وہ پہلو سامنے آ گئے تھے جن کا ان کے بارے میں تصور بھی نہ تھا، اس لیے تیسری رات کے اس تجربہ اور مشاہدہ کے بعد صبح کو بعد فجر میں نے تنہائی میں مولانا سے دریافت کیا کہ آپ رات کو مسہری پر لیٹتے ہیں لیکن ان تین

راتوں میں جس وقت بھی میری آنکھ کھلی، میں نے آپ کو نیچے فرش پر آرام فرماتے ہوئے دیکھا، یہ کیا بات ہے؟ مولانا نے پہلے تو مجھے ٹالنا چاہا لیکن جب میں نے اصرار کیا تو بتایا کہ میں نے اپنی سیاسی زندگی کی بعض ایسی سنگین غلطیوں کی بناء پر جو یاد رکھنے کے لائق ہیں، اپنے پر کچھ ایسی پابندیاں عائد کر لی ہیں جو مجھے وہ غلطیاں یاد دلاتی ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ انقلابیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کو خود اپنے کو سزا دیں اور ان کو یاد رکھیں۔ انہی پابندیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں رات کو پلنگ پر نہیں سوتا، پھر میرے اصرار پر ان غلطیوں اور پابندیوں کی کچھ تفصیل بتائی، فرمایا کہ: ایک زمانہ میں موزے پہننے کا میں اتنا سخت عادی تھا کہ مئی، جون میں بھی بغیر موزے کے مجھے تکلیف ہوتی تھی، لیکن جب مجھ سے اپنے مشن میں ایک غلطی ہوگئی تو میں نے موزہ نکال دیا، پھر ایک اور غلطی مجھ سے ہوئی تو میں نے رات کو پلنگ پر سونا چھوڑا۔ یہاں شروع رات میں میں اس لیے پلنگ پر لیٹ جاتا ہوں کہ تمہیں پلنگ پر سونے میں تکلیف نہ ہو، جب میں اندازہ کرتا ہوں کہ تمہیں نیند آ گئی تو میں اپنے معمول کے مطابق نیچے اتر کر سو جاتا ہوں''۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ان غلطیوں کی تفصیل مولانا نے مجھے نہیں بتائی، جن کی وجہ سے مولانا نے اپنے اوپر یہ پابندیاں عائد کر لی تھیں۔ ہاں تیسری غلطی مولانا نے صراحت کے ساتھ بتائی اور وہ یہ کہ کابل میں قیام کے زمانہ میں جب افغانستان کا اقتدار امان اللہ خان کے ہاتھ میں تھا اور وہ میری مانتے تھے تو میں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کے لیے ان سے اصرار کیا۔ ان کی ذاتی رائے نہیں تھی، میں نے اپنے اصرار سے پورا بوجھ ڈال کر ان کو مجبور سا کر دیا۔ آخر کار انہوں نے میری بات مان لی، جنگ ہوئی اور تینوں محاذوں پر ہوئی، ایک محاذ کی کمان جنرل نادر شاہ کے ہاتھ میں تھی، دوسرے محاذ پر ان کے ایک دوسرے بھائی کے ہاتھ میں اور تیسرے محاذ پر ان کے ایک چھوٹے بھائی ولی خان کمانڈر تھے۔ میں ان ہی کے ساتھ اسی محاذ پر تھا۔ جنگ کا انجام یہ ہوا کہ جس محاذ پر نادر خان تھے اس پر انہوں نے انگریزی فوج کو شکست دی اور کافی نقصان پہنچایا۔ مگر خاص کر جس محاذ پر جنرل ولی خان کیساتھ میں تھا، اس محاذ پر ہمارا بڑا نقصان ہوا اور جنگ کے مجموعی نتیجہ میں افغانستان کو بہت نقصان پہنچ گیا اور میں نے اس سارے نقصان کا ذمہ دار اپنے آپ کو قرار دیا۔ کیونکہ میں نے اس جنگ کے لیے اصرار کیا تھا۔ اپنی اس غلطی کو یاد رکھنے کے لیے اس دن سے میں نے اپنی ٹوپی سر سے اتار دی (یاد رہے کہ مولانا ہر وقت سر سے برہنہ رہتے تھے، نماز بھی عام طور پر اسی طرح پڑھتے تھے)۔

جس دن مولانا نے میرے اصرار پر اپنے یہ واقعات بیان فرمائے، اس دن کی بات ہے مولانا نے مجھ سے فرمایا: میں ہندوستان میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں (مولانا کا مقصد سیاسی کام سے تھا) کیا میرا ساتھ دو گے؟ میں نے صفائی سے عرض کیا، میں غالباً آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا، مولانا نے مجھ سے وجہ دریافت نہیں فرمائی، میں نے خود عرض کیا کہ آپ بعض ایسی باتیں کرتے ہیں جو ہم جیسوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں اور ہم کسی طرح ان سے اتفاق نہیں کرتے، اس لیے میں آپ کے ساتھ چلنے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ مولانا اس پر کچھ نہیں بولے اور چند منٹ خاموش رہنے کے بعد فرمایا:

''میرا اندازہ ہے کہ تم چین سے نہیں بیٹھو گے، کچھ نہ کچھ کرو گے، اس لئے میں تمہیں دو نصیحتیں کرتا ہوں جو میری سیاسی زندگی کے تجربوں کا نچوڑ ہے، ایک یہ کہ کسی ایسی بات کو کبھی نہ راز سمجھو جو تمہارے سوا کسی دوسرے کے علم میں آچکی ہو، اگر چہ وہ تمہارا کتنا ہی خاص الخاص ہو۔ راز بس اسی وقت تک راز ہے، جب تک سینہ میں رہے۔ ہماری ناکامی کا بڑا سبب ہماری یہی غلطی تھی کہ ہم ان باتوں کو راز سمجھتے تھے، جو ہمارے سینوں سے باہر نکل چکی تھیں، بالکل انفرادی کام راز نہیں ہوسکتا، اس لیے جو کچھ کرنا ہو میدان میں آکر کرو اور اس کے نتیجہ کے لیے پوری طرح تیار ہو کر آؤ۔

دوسری نصیحت تمہیں یہ کرتا ہوں کہ کبھی اس بنیاد پر نہ سوچو کہ ہندوستان سے باہر فلاں فلاں ملکوں میں مسلمان بستے ہیں وہ اسلامی رشتہ سے تمہاری کوئی مدد کرسکیں گے، مدد درکنار وہ تم پر اتنا بھی اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں کہ تمہیں آزادی سے اپنی سرزمین پر رہنے کی اجازت دیں، تم اگر قرآن ہاتھ میں لیکر قسم کھا کر کہو گے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں گا اور بیٹھ کر اللہ کے بندوں کو قرآن کا درس دوں گا تو وہ اس بارے میں بھی تم پر اعتماد نہیں کریں گے، اور تم کو اس کی آزادی نہیں دیں گے''۔

مولانا کی ان نصیحتوں کو راقم السطور کے دل نے ایسا قبول کیا کہ یہ دونوں باتیں عقیدہ سی بن گئی ہیں اور بیس سال کا تجربہ ان کی برابر تصدیق و توثیق کر رہا ہے۔

''راندیر'' کے اس قیام کے آخری دن کا واقعہ ہے، ایک صاحب خیر کے یہاں دعوت ہوئی، ہمارے ساتھ راندیر کے اکثر علماء وعمائد بھی مدعو تھے، کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان صاحب کی طرف سے ایک بند لفافہ میں مولانا کو کوئی ہدیہ پیش کیا گیا، مولانا نے اس کو قبول فرما کر جیب میں رکھ لیا۔ ایک صاحب جو یوپی کے کسی مدرسہ کے غالباً سفیر تھے وہ بھی کھانے میں شریک تھے، انہوں نے مولانا کے سامنے ان صاحب کی خاص طور پر ان کی جود وسخا کی تعریف شروع کی، مولانا نہایت برافروختہ ہو کر ان کو ڈانٹا اور فرمایا تم ہم کو مشرک بنانا چاہتے ہو، ہم یہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کے ذریعے عطا فرما رہا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان بندوں کو معطی سمجھیں اور یہ بھی اپنے کو معطی سمجھنے لگیں۔

اس سفر میں میں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت شیخ الہند کی خفیہ سیاسی تحریک کے بارے میں ہم نے مختلف لوگوں سے متضاد باتیں سنی ہیں، کسی مستند ذریعے سے اب تک کچھ معلوم نہیں ہوسکا، اگر آپ کے اصول اور مصالح کے خلاف نہ ہو تو اس کو میں آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا: اب تو بس وہ ایک تاریخ ہے، ان شاءاللہ کسی موقع پر تم کو بتاؤں گا''

چنانچہ واپسی میں جب ہم اسٹیشن سے ٹرین میں سوار ہوئے اور اطمینان کی تنہائی کا موقع ملا تو مولانا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی سیاسی تحریک اور اس سلسلہ میں اپنے سفر کابل کے بارے مجھے تفصیل سے بتایا۔

مولانا عطاء اللہ شہاب (گلگت)

مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

استادِ محترم مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید کی پاکستان کی سرزمین پر موجودگی فعالیت اور علمائے کرام کے حلقوں میں مقبولیت ومحبوبیت نے آپ کی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشی۔ آپ نے جامعہ فاروقیہ کراچی فیز ٹو کے نظام تعلیم کو بالکل ایک جدید عالمی قالب میں ڈھال دیا تھا۔ امریکہ اور ملائشیا، کے نظام ہائے تعلیم کے تفصیلی مطالعہ ومشاہدہ کے نچوڑ کے طور پر جامعہ فاروقیہ فیز ٹو کو لاجواب ادارے کی شکل میں جاری فرمایا۔ دینی مدارس اور جامعات کے تحفظ کا مقدمہ ہمارے اکابر نے بڑی مضبوطی سے لڑا،لیکن حکمرانوں کے مذموم ومکروہ عزائم نت نئے عنوانات سے مدارس وجامعات کو اپنی لپیٹ میں لیتے رہے۔ حکمرانوں کے اذہان وقلوب کو بین الاقوامی طاغوتی مالیاتی اداروں اور سیاسی قوتوں نے مسموم کردیا اوران کو اپنا ظاہری ودنیوی مفاد،کو دینی مدارس وجامعات پر طرح طرح کی قدغنیں لگانے سے مشروط نظر آنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قرآن وحدیث کی تعلیمات سے نفرت اور بغض کی حددرجہ مکروہ سوچ رکھنے والے حکمرانوں نے دینی مدارس اور جامعات کو تعلیم کے شعبے سے ہی باہر کردیا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمہ اللہ جو قدیم وجدید علوم وفنون کے حامل تھے۔ ان سامراجیوں اوران کے گماشتوں سے انھی کی زبان اورانھی کے انداز میں بات کرنے کے گر سے آشنا تھے۔ انھوں نے اسی لب ولہجہ میں بات کی اور متواتر کرنے لگے،اور مکمل مؤثر بیانیہ تشکیل دے کر نخوت وغرور میں مبتلا حکمرانوں کے کرایہ دار دانشوروں کی بولتی بند کرائی۔

اسی اثنا میں پاکستان کے خاموش وپرامن ماحول کو،فرقہ واریت کی آگ میں دھکیلنے کی دجالی سازشیں بروئے کار لائی جانے لگیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ اس وقت بھڑکائی جاتی ہے جب پاکستان میں اسلامی تعلیمات اور دینی شعائر کے خلاف قانونی وآئینی ترمیم،کرانا مقصود ہوتا ہے اور اس کے لیے کرائے کے فتنہ باز (جو بغض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بھرے ہوتے ہیں) کم قیمت پر دستیاب ہوتے ہیں۔ ایسے بدبختوں کی خدمات لی جاتی ہیں۔ ایک تیر سے دو شکار ایسے نازک موقعوں پر کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کی پاکیزہ زمین پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے پاکیزہ نفوس پر برسرعام تبرا کیا جانے لگا۔ منصوبہ سازوں کو اس بات کا علم تھا کہ اب دفاع صحابہ کے علم بردار حرکت میں آئیں گے اور ٹکراؤ کی اس کیفیت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے گی۔ اپنے ہدف کو ٹارگٹ کیا جائے گا۔ ادھر پاکستان میں ہونے والی بکواسات کے خلاف حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کا دم بھرنے والی تمام تحریکات کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرنے کا عزم لے کر میدان میں اترنے والے مردآہن،حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید ایک نئے جوش وولولے کے ساتھ ملکی منظرنامے پر نمودار ہوتے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب

پاکستان کی امت مسلمہ اندھے فتنوں کی آماجگاہ بنانے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں، ایک طرف یہود کے بھرپور تعاون سے قائم و برسرِ اقتدار حکمران ٹولہ پاکستانی آئین سے اسلامی دفعات خصوصاً ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے قوانین اور ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے قادیانی و مرزائی ڈاکوؤں کو ریلیف دینے کی غرض سے ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ جمہوریت کی آڑ میں الحادی سوچ کو پروان چڑھا کر اسلام پسندوں کے لئے جمہوری راہیں ہمیشہ کیلئے بند کر دینے کے تجربات کئے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب پاکستان کی دینی شناخت کے محافظ مدارس و جامعات کے کردار کو محدود سے محدود تر کرنے کی حکومتی کوششیں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ تیسری طرف ملک کی پرسکون مذہبی فضا کو گدلا کرنے کی زہریلی سازشیں عروج کو پہنچی ہوئی ہیں۔ پاکستانی کے جمہوریت پسند علماء کے سرخیل اور آئین پسندوں اہلِ اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے ایک محاذ سنبھال رکھا ہے اور شدید جد و جہد میں منہمک ہیں۔ حضرات علماء کرام، آئین اور جمہوریت پسندوں کو بزبان حال مولانا فضل الرحمٰن گویا یوں کہہ رہے ہیں:

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دوں

ادھر استاد محترم مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ناموس صحابہ کرام علیہم الرضوان کے انتظامی تحفظ کے لئے میدان عمل میں اترے اور پاکستان کی تمام دینی، مذہبی اور مسلکی تحریکات اور شخصیات کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرنیکا عزم کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے عزم کو عملی جامہ پہنا دیا۔ عروس البلاد کراچی سے ان اجتماعات کا باضابطہ آغاز کیا جاتا ہے۔ پہلا اجتماع ہی اس قدر جامع اور منظم شکل میں سامنے آتا ہے کہ طاغوتی قوتیں جو پاکستان کے دینی تشخص کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں، ان کا تکبر و نخوت زمین بوس ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اب ان طاغوتی قوتوں کے مکر و فریب اور دجل میں تیزی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ ادھر کراچی کے کامیاب اور منظم اجتماعات سے جہاں ملک بھر سے ایسے اجتماعات منعقد کرنے کا تقاضا درپیش ہوا وہیں پر حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمہ اللہ کی جرأت و ہمت اور ہمہ جہتی کے ڈنکے بجنے لگے۔ خواص میں تو حضرت ڈاکٹر صاحب پہلے سے مشہور و معروف تھے، اب بدلتے حالات اور ان کا جرأت مندانہ مقابلہ کرنے کی وجہ سے عوامی سطح پر مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ عالمی سطح کی وہ طاغوتی قوتیں، جو ہمیشہ ایسے نازک موقعوں پر ایک تیر سے دو شکار کرتی چلی آ رہی ہیں اور جن قوتوں کا ہدف پرامن پاکستان اور اس کا اسلامی و ایٹمی تشخص رہا ہے، ان کی طرف سے ایسے حالات پیدا کرنے کی مکروہ کوشش ہوتی ہے کہ پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ سلگائی جاتی رہے اور کسی ایک فرقے کی مقبول عام شخصیت کو اس بھڑکتی آگ میں بطور ایندھن جھونک دیا جاتا رہے تاکہ فساد کی تپش میں تیزی پیدا کی جا سکے۔ تاکہ جان سے گزرنے والے فرد یا شخص کا خون دوسرے مخالف طبقات کے سر ڈالا جا سکے اور یوں یہ آگ دونوں طبقات کے مابین تعلقات کو جلا کر بھسم کر دے اور وہ قوتیں، اپنے اہداف کو سہولت سے حاصل کر سکیں۔ جبکہ دوسرے ہدف کے طور پر پاکستان کی حکومتی مشینری کو انھی مذہبی طبقات کے خلاف امن کے دشمنوں کا

مقابلہ کا نام دیکر متحرک و فعال کیا جاسکے۔ یعنی پہلے فسادات کرائے جاتے ہیں پھر فسادات کو روکنے کے عنوان پر ان فسادات میں جھونکے گئے طبقات ہی کے خلاف حکومتی وریاستی اداروں کی طاقتوں کو متحرک کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید مرحوم ومغفور کے جرأت مندانہ کردار کی پاکستانی قوم بڑی تیزی کے ساتھ مداح اور ہم نوا بنتی جارہی تھی۔ اسلام آباد اور ملتان میں ناموس صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے عنوان سے منعقدہ اجتماعات سے طاغوتی قوتوں اوران کے پاکستانی گماشتوں کو تکلیف ہونے لگی۔ کراچی، اسلام آباد اور ملتان کے کامیاب اور منظّم اجتماعات، کی پشت پر استاذِ گرامی ڈاکٹر محمد عادل خان شہیدؒ کی متحرک، فعال اور نڈر شخصیت نظر آتی ہے، اب استاد محترم طاغوتی قوتوں کا ہدف وٹارگٹ بن جاتے ہیں اور فرقہ وارانہ دہشت گردی میں زیر استعمال افراد کو ایک بار پھر استعمال کیا جاتا ہے اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان کراچی میں ٹارگٹ کر کے شہید کر دیے جاتے ہیں۔

وہ تو موجوں سے الجھ کر اپنی منزل پاگئے
ہم ساحل پر کھڑے یوں غور فرماتے رہے

استاد محترم حضرت ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمہ اللہ علیہ، جو ایک معتدل مزاج آئین وقانون کے پاسدار اور قدیم وجدید علوم کے حامل شخصیت تھے، حق وصداقت کے دشمنوں نے ان کو بھی برداشت نہیں کیا۔ ایک بار پھر پاکستان کی پیاسی مٹی پاکباز علماء کرام اور بے گناہ لوگوں کے پاکیزہ خون سے سیراب ہوئی۔

یہ گھناؤنا کھیل اب بھی کھیلا جارہا ہے اور معلوم نہیں کب تک کھیلا جاتا رہے گا۔ عالمی قوتیں اوران کے مقامی زلہ خوار ہمارے استاذِ گرامی اور دیگر حضرات اکابر علماء وصلحاء کو ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے ہٹا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان قوتوں کی مکروہ سازشیں کامیاب ھو جائیں گی، تو وہ یقین کرلیں کہ وہ ناکام ہو چکے ہیں۔ پاکستان ایسی سازشی قوتوں کے لئے قبرستان بنے گا۔ اس پاکیزہ دھرتی کے قیام سے لے کر اب تک جتنا پاکیزہ خون بہایا جاچکا ہے، اللہ رب العزت اس پاک دھرتی کو ناپاک لوگوں کی آماجگاہ بننے نہیں دینگے۔

ان شہداء کے منور سلسلے میں سے ہر ایک روشن ستارے نے اپنے دماء طاہرہ سے ایسا معطر اور پرنور راستہ قائم کیا ہے کہ ان کی وارث اسلام کی نام لیوا قوتیں جانوں پر کھیل جائیں گی مگر ظلمات کے تاجروں کے قدم کبھی جمنے نہیں دیں گی۔ اس خطے میں دوسرا افغانستان عالمی اداروں اور ملکوں کے لئے ایسا ناقابل ہضم لقمہ بن جائے گا جسے نہ نگلنا ممکن ہوگا اور نہ اگلا جا سکے گا۔

ڈاکٹر محمد عادل خان شہید مرحوم ومغفور کی سدابہار شخصیت، سادگی کا پیکر تھی۔ اپنے شاگردوں سے دوستوں والا رویہ رکھتے تھے۔ خود میرے ساتھ حضرت الاستاذ شہید کا رویہ کئی حوالوں سے مربیانہ، ناصحانہ اور دوستانہ تھا،۔ شہادت سے دس روز قبل اسلام آباد میں، حضرت قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب حفظہم اللہ کی رہائش گاہ پر ملاقات ہوئی۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابر وہاں حضرت قائد جمعیت دامت برکاتھم سے اہم اور ضروری مشاورت کے لیے جمع ہوئے تھے، مولانا عادل خان شہید بھی مجلس مشاورت کے ایک ذمہ دار قائد و راہنما کے طور پر شریک تھے۔ ہم گلگت بلتستان کے 15 نومبر کو منعقدہ انتخابات کے حوالے سے، حضرت قائد جمعیت سے بعض اہم سیاسی و انتخابی امور پر راہنمائی حاصل کرنے حاضر ہوئے تھے۔

جامعہ فاروقیہ کراچی کے مدرس اور کافیہ میں میرے استاد حضرت مولانا حسین احمد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ استاد محترم جناب مولانا حسین احمد ان دنوں جامعہ عثمانیہ پشاور میں ناظم تعلیمات کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم بھی شریک مجلس تھے۔ مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یار مولانا عطاء اللہ شہاب سنا ہے کہ تم لیڈر بن گئے ہو، آج کل تمھاری طرف انتخابات ہور ہے ہیں، تم یہاں اپنے جماعتی قائدین اور رہنماؤں کو بلانے آئے ہو، ہمیں بھی دعوت دو، ہم بھی آپ حضرات کی الیکشن کمپین میں حصہ لیں۔ تمھیں شاید معلوم نہ ہو کہ ہم بھرپور کمپین کر سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ہمارے لئے سعادت ہوگی کہ آپ تشریف لائیں۔ انتہائی بے تکلفی سے فرمانے لگے: ارے بھئی۔ ہم واقعی آنا چاہتے ہیں۔ پھر کہا: دیکھو بھائی! ہمیں بلانا ہو تو مولانا حسین احمد صاحب کو بھی دعوت دینا، ہم اکٹھے ہی آئیں گے۔ اس سے پہلے ایک ملاقات میں فرمایا کہ مولوی صاحب! آج کل کیا مصروفیات چل رہی ہیں؟ پھر میرے کاندھے تھپکاتے ہوئے کہنے لگے: بھئی! کبھی اپنا مادرِ علمی دیکھنے ہی آجاؤ۔

استاد جی کی سینکڑوں یادیں اور باتیں نہ جانے ایک دم سے کہاں سے امڈتی چلی آرہی ہیں کہ استاد جی مجسم روپ میں سامنے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان اور ان کے برادرِ گرامی حضرت الاستاذ الفاضل مولانا عبید اللہ خالد صاحب حفظہ اللہ کے فرزندان بھی ماشا اللہ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اللہ تعالی، حضرت ڈاکٹر صاحب شہید کے مظلومانہ حادثۂ شہادت پر صبر کا دامن تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس علمی خانوادے کے امین نسبی و روحی بیٹوں کو جملہ قسم کے شرور و فتن سے محفوظ رکھے، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تلامیذ، رفقاء، ہم فکر و ہم آواز دوستوں اور خیرخواہوں کی اک کثیر تعداد اندرون و بیرون پاکستان، موجود ہے۔ چنانچہ شہادت کے روز اور اس کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید کے چاہنے والوں نے اپنے غم و غصے اور اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا متنوع طریقوں سے اظہار کیا۔ گلگت بلتستان میں بھی بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ جامعہ فاروقیہ کراچی سمیت دینی مدارس و جامعات اور مکاتیب قرآنیہ کا پاکستان کے اندر اور باہر کردار نہایت اجلا، شاندار، مثبت، معتدل اور منظم رہا۔ اسلام دشمن قوتیں اللہ تعالی کے نور ہدایت کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالی اپنے اس نور کو غالب فرمائیں گے کافروں اور اسلام دشمن قوتوں کو یہ بات بہت بری لگتی ہے۔

مولانا عمران گوندل

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمیؒ صاحب سے ملاقات

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی معروف علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا قاضی چن پیر الہاشمی کے گھر سکول ریکارڈ کے مطابق 9 جنوری 1953ء کو تحصیل حویلیاں کے گاؤں رجوعیہ میں پیدا ہوئے۔۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور تایا جان مولانا قاضی عبدالواحد صاحب (جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے) سے حاصل کی۔1963ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا قیام عمل میں آیا جسکا باقاعدہ افتتاح 9 اکتوبر 1963ء کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے کیا تھا آپ کے والد محترم کو تدریس کے لئے بلایا گیا تو وہ آپ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔اس وقت آپ کی عمر 10 سال تھی۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پہلے صدر علامہ شمس الحق افغانی اس یونیورسٹی میں بحیثیت شیخ التفسیر اور علامہ احمد سعید کاظمی بحیثیت شیخ الحدیث جبکہ جامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانی اسوقت نائب شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں 9 سالہ قیام کے دوران آپ نے شہادت العالمیہ کا نصاب مکمل کیا جس میں تفسیر و اصول تفسیر، حدیث وفقہ، عربی ادب، انگریزی، معاشیات کے مضامین مستند علماء سے پڑھے۔آپکی قابلیت کو دیکھتے ہوئے حضرت علامہ شمس الحق افغانی نے آپکو سند القرآن الکریم اور علامہ احمد سعید کاظمی نے آپکو سند اجازۃ فی روایۃ الحدیث کی اضافی اسناد سے نوازا۔

جامعہ اسلامیہ میں قیام کے دوران آپ نے جن گرامی قدر اساتذہ کرام سے استفادہ کیا ان میں علامہ شمس الحق افغانی، علامہ احمد سعید کاظمی اور نائب شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانی کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: معروف مبلغ اسلام مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوری، ڈاکٹر الٰہی بخش جاراللہ، مولانا لطافت الرحمٰن (فاضل دیوبند) شیخ مولانا سید حبیب اللہ شاہ بنوری (فاضل دیوبند) مولانا حسن الدین ہاشمی (شیخ الفقہ) ڈاکٹر محمد حسن ازہری (شیخ الادب) ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (شیخ التاریخ) مولانا شیخ کلیم اللہ، مولانا محمد فرید، مولانا محمد ناصر، پروفیسر چراغ عالم قریشی (صدر شعبہ انگریزی) پروفیسر محمد زبیر (شعبہ اکنامکس)۔

1973ء میں مولانا قاری فضل ربی صاحب (مہتمم معہد القرآن الکریم مانسہرہ) نے آپ کو سند القراءت والتجوید للقرآن المجید والفرقان الحمید علی روایۃ حفص کی اعزازی سند عطا کی۔1976ء میں آپ نے پشاور یونیورسٹی

سے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا۔ پھر مائیگریشن کے بعد 1977ء میں پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کیا۔ جنوری 1978ء گورنمنٹ کالج سدہ (کرم ایجنسی) میں اسلامیات کے ایڈ ہاک لیکچرر کی حیثیت سے آپ کی تقرری ہوئی۔ مئی 1978ء میں پبلک سروس کمیشن صوبہ سرحد کی طرف سے بھی عربی و اسلامیات کے لیکچرر کی حیثیت سے باضابطہ طور پر نوٹیفکیشن جاری ہوا۔ اس کے بعد آپ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد، گورنمنٹ ڈگری کالج حویلیاں، گورنمنٹ کالج شیروان ایبٹ آباد میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہوئے بالآخر گورنمنٹ ڈگری کالج حویلیاں سے 8 جنوری 2013ء کو بیسویں گریڈ میں سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔

1972ء میں تحصیل علم کے بعد جب آپ گھر واپس آئے تو مرکزی جامع مسجد حویلیاں میں اپنے والد گرامی کے ساتھ نائب کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے یہ سلسلہ والد گرامی کی وفات 1990ء تک جاری رہا۔ اس مسجد کی بنیاد آپ کے والد گرامی نے 1956ء میں رکھی تھی۔ آپ ایک اچھے خطیب اور مقرر تھے۔ 26 جولائی 1990ء کو آپ کے والد گرامی کا انتقال ہوا۔ اگلے روز والد گرامی کی نماز جنازہ سے قبل علاقہ بھر کی جملہ اقوام وقبائل کے شدید اصرار پر جمعیت العلماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا سمیع الحق صاحب کے دست مبارک سے آپ کی دستار بندی کی گئی اور آپ کو اپنے والد گرامی مرحوم کی جگہ مرکزی جامع مسجد حویلیاں کا محکمہ اوقاف صوبہ سرحد کی طرف سے اعزازی طور پر خطیب مقرر کیا گیا۔ بحمداللہ اب تک آپ یہ ذمہ داری بحسن وخوبی سرانجام دے رہے تھے۔ آپ 1974ء میں حضرت مولانا قاضی بشیر احمد پسروری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور ہمارے استاد محترم مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی یہی شیخ ومرشد تھے اس لحاظ سے پروفیسر طاہر ہاشمی اور مولانا امین صفدر اوکاڑوی پیر بھائی بھی ہوئے۔

18 اکتوبر 1982ء کو مولانا انظر شاہ کشمیری (فرزند جلیل علامہ محمد انور شاہ کشمیری) ایبٹ آباد تشریف لائے تو حویلیاں کی جامع مسجد میں بھی انکا بیان رکھا گیا۔ جس کے بعد شاہ صاحب کے ساتھ بالاکوٹ کے سفر میں شریک ہوئے اور شنکیاری ضلع مانسہرہ میں حضرت کا درس ہوا جس میں انہوں نے دیگر علماء کرام کے ساتھ آپ کو بھی سند الاجازہ فی روایۃ الحدیث عطا فرمائی۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ پنجاب یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کے چیئر مین پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی اور بورڈ آف اسٹڈیز کی باضابطہ منظوری سے ایک طالب علم اظہر فرید رول نمبر 13163 نے 25 مئی 2015ء کے خط نمبر D/429- is کے تحت ایم اے کے مقالہ کے لئے پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی حیات وخدمات پر مقالہ پیش کر کے کامیابی حاصل کی۔

پروفیسر علامہ قاضی محمد طاہر علی الہاشمی کی علمی و تحقیقی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(1) اصلاح معاشرہ (2) تحقیق نکاح سیدہ

(3) اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون؟؟

(4) فرقہ مسعودیہ نام نہاد جماعت المسلمین کا علمی محاسبہ

(5) حدیث حوأب کا مصداق کون؟

(6) حدیث کلاب حوأب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ

(7) سرگزشت ہاشمی (سوانح قاضی چن پیر الہاشمی)

(8) حج مبرور (9) کھلا خط بنام مولانا اللہ وسایا

(10) زلزلہ لولاک اور آفٹر شاکس (11) عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحقیقی نظر، ایک تقابلی مطالعہ

(12) شیعیت تاریخ وافکار (13) سقوط جامعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

(14) تعارف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (15) تذکرہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

(16) سیدنا معاویہ رضی اللہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ (17) عقیدہ امامت وخلافت راشدہ

(18) ملی یکجہتی کونسل ۔۔ایک تنقیدی جائزہ

(19) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین (20) امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز

(21) سیدنا مروان شخصیت اور کردار

(22) توضیحات بسلسلہ امام طبری کون؟ مورخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ کھلا خط بنام چیف ایڈیٹر روزنامہ اسلام

(23) کتاب گلزار یوسف کا تنقیدی جائزہ

(24) روداد مقدمات

آخری کتاب روداد مقدمات کا پس منظر کچھ یوں ہے: کہ پروفیسر قاضی طاہر ہاشمی صاحب نے ’’سید محمود المشہور بہ محدث ہزاروی‘‘ کی 23 جون 1985ء کی ریکارڈ شدہ تقریر کے منظر عام پر آنے کے بعد ایک بھرپور تحریک چلائی جس کے نتیجے میں یکم جولائی 1985ء کو دفعہ نمبر A-298 کے تحت مقامی انتظامیہ نے ان کے خلاف باقاعدہ ایک ایف آئی آر درج کر دی جس کے مطابق تقریباً آٹھ سال (25 دسمبر 1992ء) تک مختلف عدالتوں میں مقدمہ چلتا رہا اور 25 دسمبر 1992ء کو مدعا علیہ پیر محمود ہزاروی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے بغیر کسی فیصلہ کے ’’داخل دفتر‘‘ ہو گیا جب کہ پیر محمود ہزاروی اس مقدمہ میں زندگی کی آخری سانس تک ملزم اور پابندِ ضمانت رہے۔

''محمود ہزاروی'' کی وفات (25 دسمبر 1992ء) کے 24 سال بعد جنوری 2017ء میں پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی نے محمود ہزاروی کے ایک مرید کی غلط بیانیوں کی نشاندہی کے لیے کتاب ''روداد مقدمات'' مرتب کی جو اس مقدمے کی ساری روداد پر مشتمل ہے۔خود پروفیسر طاہر ہاشمی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد میں سرکاری ملازم کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہا تھا۔اس لیے پہلے انہوں نے راقم کے خلاف پرنسپل صاحب کو تحریری درخواست دلوائی، پھر وفاقی وزیرِ تعلیم اور ڈائریکٹر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد کی طرف سے انکوائری کروائی۔توہین عدالت اور کوہاٹ کے مقدمات میں پیشی کی تاریخوں کے علاوہ صرف ایبٹ آباد کی ''پیشیاں'' ملاحظہ فرمائیں:

کل سماعتیں A-298

1985ء ________ 15

1986ء ________ 19

1987ء ________ 18

1988ء ________ 07

1989ء ________ 04

1990ء ________ 24

1991ء ________ 19

1992ء ________ 15

سماعتیں/تاریخیں ________ 121

استغاثہ کی کل سماعتیں

1986ء ________ 04

1987ء ________ 21

1988ء ________ 14

1989ء ________ 12

1990ء ________ 14

1991ء ________ 16

1992ء ________ 05

86 ________ سماعتیں/تاریخیں

اس مقدمے کی مکمل روداد پڑھنے کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

یہ تھا پروفیسر طاہر ہاشمی صاحب کا مختصر سا تعارف۔ بندہ ناچیز کو (عمران گوندل) اپنے کسی ذاتی کام کی وجہ سے ایبٹ آباد جانا ہوا تو سوچا کہ حویلیاں پروفیسر قاضی طاہر ہاشمی صاحب سے کیوں نہ ملاقات کی جائے؟ ان کی بعض کتب پر چند سوالات جو میرے ذہن میں تھے ان کا تسلی بخش جواب وہ خود ہی دے سکتے تھے۔ اسی غرض سے فیس بک کے ایک دوست جو قاضی طاہر ہاشمی صاحب کی کتابوں کی کمپوزنگ بھی کرتے ہیں بھائی محمد اعجاز صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے قاضی صاحب سے بات کر کے ملاقات کا ٹائم لے دیا۔ کیونکہ میرا ارادہ یہ تھا کہ جمعہ والے دن وہاں جاؤں تو قاضی صاحب نے یہ بھی کہا کہ آپ تشریف لیائیں اور جمعہ کے مجمع سے کچھ خطاب بھی فرمادیں لیکن سفر کی وجہ سے اور بعض ٹریفک کے حالات کی وجہ سے میں دیر سے پہنچا۔ اس وقت قاضی صاحب خود منبر پر جلوہ افروز ہو چکے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔ میں پہنچا، نماز جمعہ ادا کی اور عشاء کی نماز تک ان سے ایک لمبی اور طویل علمی مباحث پر مشتمل گفتگو رہی۔ میرے اکثر سوالات کا جواب قاضی صاحب بڑے تحمل بردباری سے اور خندہ پیشانی سے دیتے رہے۔ ان سے ملاقات بہت دلچسپ رہی اور مجھ جیسے طالب علم کے لئے بہت فائدہ مند اور نفع مند ثابت ہوئی۔ نماز مغرب کی امامت کے لیے قاضی صاحب نے مجھے کہا جس سے میں نے سعادت سمجھ کر قبول کیا اور ان کی مسجد میں نماز مغرب کی امامت بندہ ناچیز نے کی۔

اپنے بڑھاپے اور کمزوری اور بیماری کے احوال کے باوجود بھی قاضی صاحب نے مجھے بہت زیادہ وقت دیا جس کا مجھے بالکل اندازہ نہ تھا۔ میری توقع سے بڑھ کر مجھ سے گفتگو کی، توجہ دی اور اپنے دینی اور دفاع صحابہ کے حوالے سے جس کام کو انھوں نے اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا اس سے مجھے آگاہ کیا جو میرے لئے بے حد مفید ہے۔ بہر حال مجھے قاضی صاحب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور علمی طور پر بہت زیادہ فائدہ ہوا بڑی کریم شفیق اور محبت والی شخصیت تھے۔ پھر طنز و مزاح بھی بہت اچھے علمی اور سلجھے ہوئے انداز سے فرماتے تھے۔ مجھے ان کی شخصیت میں بے شمار خوبیاں نظر آئے۔

جہاں تک ان کی خامیوں کی بات ہے تو مجھے ان کا سب سے بڑا جرم اور خامی جو محسوس ہوئی، وہ جس کے چرچے سوشل میڈیا پر ان کے مخالفین کی محنت کے نتیجے میں زبان زدِ عام ہیں، ان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ جن حضرات نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان جیسی عظیم بابرکت صاحب فضیلت اور قد آور شخصیت کو اپنے ذاتی فکری

اوراجتہادی فہم وفراست کی وجہ سے کٹہرے میں کھڑا کیا ہوا تھا، پروفیسر قاضی طاہر ہاشمی صاحب نے ہمت اور جرات سے کام لیتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اس کٹہرے سے نکال کر اس کٹہرے میں ان حضرات کو کھڑا کیا جنہوں نے سیدنا معاویہ کو اس کٹہرے میں کھڑا کرنے کے لئے اپنی علمی اور اجتہادی فکر سے حضرت معاویہ کو ان کے بعض اجتہادی معاملہ فہمی کی بنیاد پر مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میرے نزدیک پروفیسر طاہر ہاشمی صاحب کا یہی ایک جرم ہے کہ انھوں نے ایک مظلوم صحابی رسول کا دفاع کیا جیسا کہ ایک مسلمان کا حق اور فرض تھا۔ جب بعض اسلاف نے جمہور اہل سنت کے مذہب کے برخلاف حضرت معاویہ کو اس کٹہرے میں کھڑا کرنے کی کوشش کی قاضی صاحب نے ایسی صحابی کی وکالت کرتے ہوئے انہی اکابر کو ناقدین معاویہ کی شکل میں اس کٹہرے میں کھڑا کردیا۔ جس پر بعض اکابر کا دفاع کرنے والے حضرات قاضی صاحب سے سخت ناراض اور نالاں ہیں اور انہیں اکابر اور سلف صالحین کا باغی ناصبی کہتے ہیں اور اس کے علاوہ انہیں بدنام کرنے کے لیے نہ جانے کن کن القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ جہاں تک میری ان سے گفتگو رہی ہے، ان میں دفاع صحابہ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اپنے اس مشن کو وہ اپنے والد محترم اور اپنے رہنما یعنی حضرت علامہ غلام غوث ہزاروی رحمہما اللہ سے اخذ کرتے تھے جن کے مشن پر وہ تا دمِ آخر اپنے طریقے سے کاربند رہے۔ ان بزرگوں سے ان کی کافی محبت محسوس ہوئی اور خصوصا اکابر علمائے دیوبند دیگر مسالک کے علماء کا وہ احترام اپنی جگہ بالکل کرتے تھے اور اہل سنت والجماعت کو ہی مذہب حق سمجھتے تھے۔ جن بعض اکابر سے انھوں نے علمی اختلاف کیا ہے وہ صرف حضرت معاویہ کے حوالے سے ہے جن کی عبارتوں کو محمود شاہ ہمیشہ عدالتوں میں پیش کرتا رہا، قاضی طاہر ہاشمی نے انھی عبارتوں پر اکابر سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اختلاف کیا اور ان پر نقد کیا۔

ملاقات کے دوران قاضی صاحب نے اپنی مسجد میں جو انہوں نے اپنے زیرنگرانی کام کروایا اس کے بارے میں بھی معلومات دیں اور ان کی مسجد کا بلند و بالا مینار دیکھ کر خوشی ہوئی۔ جو قریباً 120 فٹ بلند ہے اس پر بندہ کے ساتھ اوپر تشریف لے گئے اور شہر کی مزید معلومات بھی فراہم کی اور ان کے قریب ہی سیّد محمود شاہ المشھور محدث ہزاروی کا مسجد و دربار بھی تھا جو مجھے دکھایا بھی اور بتایا بھی۔

ایک ضروری وضاحت جس کا کرنا بہت ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ پروفیسر طاہر ہاشمی صاحب کی تمام علمی باتوں سے میں متفق ہوں ان کی بعض باتوں سے مجھے بھی اختلاف ہے مگر میں ان کا احترام کرتا ہوں اور ان پر بہتان بازی اور الزام تراشی سے میں ان لوگوں کے ساتھ ہرگز نہیں کھڑا جو بلاوجہ بغیر سوچے سمجھے ان پر تنقید کے نشتر چلا رہے ہیں جہاں ان سے علمی اختلاف ہے وہ اپنی جگہ ہے اور یہ میرا حق ہے۔

احسان دانش

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی　　اکمل ہے انبیاء میں نبوت حضورؐ کی
ہے ذرہ ذرہ ان کی تجلی کا اِک سراغ　　آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی
پہچان لیں گے آپ وہ ، اپنوں کو حشر میں　　غافل نہیں ہے چشمِ عنایت حضورؐ کی
آتے رہے تھے راہنمائی کو انبیاء　　جاری رہے گی رُشد و ہدایت حضورؐ کی
آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب　　صدیقؓ جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی
کھولے ہیں مشکلاتِ جہاں نے کئی محاذ　　کام آئی ہر قدم پہ حمایت حضورؐ کی
میری نظر میں مرشد کامل ہے وہ بشر　　تفویض کر سکے جو محبت حضورؐ کی
جو ہوگئے ہوں آپؐ کے، آپؐ ان کے ہوگئے　　عادت نہیں ہے ترکِ مروت حضورؐ کی
انجم مثالِ نقشِ قدم جا بجا ملے　　لے کر کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی
میں ہوں زبانِ ماہ و ثریا سے آشنا　　ہے کائنات دہر حکایت حضورؐ کی
آہستہ سانس لے کہ خلاف ادب نہ ہو　　ہے آئینہ کی طرح طبیعت حضورؐ کی
آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ　　ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی
چشمِ طلب میں کس کا اُجالا؟ حضورؐ کا　　دنیائے دل میں کس کی حکومت؟ حضورؐ کی
انسانیت کو ماننے والوں کے واسطے　　آئین دے گئی ہے فراست حضورؐ کی
گزری ہے مفلسی میں بڑی آبرو کے ساتھ　　اللہ کا کرم ہے عنایت حضورؐ کی
منزل کی جستجو ہے تو ان کی طرف چلو　　جن کو ہوئی نصیب اطاعت حضورؐ کی
دانش! میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز　　میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

☆......☆......☆

روشن صدیقی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبِ تاجِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم　　صدر نشینِ بزمِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
اس کی گلی کا ذرہ ذرہ مہر درخشاں بن کر چمکا　　فرشِ قدم افلاک کی عظمت صلی اللہ علیہ وسلم
درس مروت فرماں اس کا، نوع بشر پر احساں اس کا　　امن و محبت اس کی شریعت صلی اللہ علیہ وسلم
بغض و حسد کا نام ہوا گم ، چمکا رائیتِ عفو و ترحّم　　جاگ اٹھی انساں کی شرافت صلی اللہ علیہ وسلم
قربِ الٰہی سنت اس کی، حسنِ عمل ہے طاعت اس کی　　حاصلِ ایماں اس کی محبت صلی اللہ علیہ وسلم

قاری قیام الدین الحسینی

مناقبِ حضراتِ حسنینِ کریمین شہیدین رضی اللہ عنہما

حُسینؓ وحسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر — امانت، شجاعت، شرافت کے پیکر
سکُوں دِل کو ملتا ہے نام اُن کا لے کر — حُسینؓ و حسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر
وہ ہیں نوجوانانِ جنّت کے سردار — رسولِ امیںؐ کے ہیں پھول اور شہکار
یہ فرما گئے ہر دو عالم کے سرورؐ — حسینؓ وحسنؓ اہل سُنّت کے رہبر
نبیؐ ان کے نانا ہیں ، نانی خدیجہؓ — عمرؓ جیسا بہنوئی ، خالُو غنیؓ سا
پدر ہیں علیؓ ، فاطمہؓ انکی مادر — حسینؓ وحسنؓ اہل سُنّت کے رہبر
جبیں جن کی سرکار خود چومتے تھے — بٹھا کر جنہیں دوش پر گھومتے تھے
کہاں کوئی اس وصف میں ان کا ہمسر — حسینؓ وحسنؓ اہل سُنّت کے رہبر
صحابہؓ کے زمرے میں دونوں ہیں شامل — جو انکار اس کا کرے وہ ہے جاہل
یہ درس حقیقت ہے ، کر اس کو ازبَر — حُسینؓ وحسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر
ہُوئے کربلا میں شہید اِک برادرؓ — مُقابل تھا شیعی درِندوں کا لشکر
دیا درس جینے کا خود حق پہ کٹ کر — حُسینؓ وحسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر
دِیا زہر قاتل جناب حسنؓ کو — اُجاڑا نبیؐ کے مہکتے چمن کو
خدا کی ہو پھٹکار اُن کے عدُو پر — حُسینؓ وحسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر
شہیدانِ اسلام کی دونوں زینت — ادب ان کا کرتے ہیں سب نیک طینت
وہ آقا ہمارے ہیں، ہم اُن کے نوکر — حُسینؓ وحسنؓ اہلِ سُنّت کے رہبر
تھی ہر دم رضا حق کی ، مطلوب اُن کو — حکومت نہ دولت تھی مرغوب اُن کو

☆......☆......☆

حُسنِ اِنتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام: فلسطین کی ڈائری **مرتب:** مولانا سہیل باوا **ضخامت:** ۱۴۴صفحات **مبصر:** صبیح ہمدانی

ملنے کا پتہ: مکتبہ امداد العلوم، جامع مسجد ناظم آباد نمبر ۵، نزد میٹرک بورڈ آفس، کراچی، **02136613625**

معاصر تاریخ میں فلسطین جہاں ظلم واستبداد کی سب سے بڑی کہانی ہے، وہیں یہ صبر وثبات اور قیام واستقامت کی بھی سب سے روشن داستان ہے۔ معاصر فلسطینی مصری شاعر تمیم برغوثی نے اپنی نظم ''فی القدس'' میں دو غیر معمولی سطریں لکھ رکھی ہیں، اس کا کہنا ہے کہ ''اگر تم فلسطین میں کسی بوڑھے سے مصافحہ کر و یا کسی پرانی عمارت کو چھو لو تو اپنی ہتھیلیوں کو غور سے دیکھنا ان پر ایک مکمل نظم نقش ہوئی پاؤ گے''۔ در حقیقت وطن کی محبت، دیارِ حبیب کا شوق، محبوبوں کے آثار کو دیکھ کر پیدا ہونے والی کیفیات کا جو ذکر ہم عرب قدیم شاعری سمیت دنیا بھر کے ادب عالی میں پڑھتے ہیں اس کا صحیح تناظر فلسطین کے قضیے سے ہی سمجھ میں آتا ہے۔

فلسطین مسجد اقصی کی سرزمین، معراج کی سرزمین، نبیوں اور رسولوں کی سرزمین، شہیدوں اور مجاہدوں کی سرزمین اور مظلوموں اور صابروں کی سرزمین ہے۔ فلسطین اسلام سے ہے اور اسلام فلسطین سے۔ ان دونوں شناختوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ یہ ان اماکن میں سے ہے جن سے اسلام کے بنیادی عقائد واحکام متعلق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کا دل اس سرزمین کی محبت واشتیاق سے دھڑکتا ہے۔ موریتانیہ سے لے کر ملائیشیا تک کے اہل اسلام فلسطین سے عشق کرتے ہیں۔ کون مسلمان ہے جو اس ارضِ پاک و دیارِ مقدس کی زیارت کے خواب نہیں دیکھتا۔

زیر نظر کتاب عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا سہیل باوا (ختم نبوت اکیڈمی، لندن) کی تالیف ہے۔ فاضل مؤلف کو ارضِ پاکِ فلسطین اور مسجد اقصی کے سفرِ زیارت وعقیدت کی سعادت متعدد بار نصیب ہوئی۔ برطانوی شہری ہونے کی وجہ سے انھیں ویزا وغیرہ کے مسائل میں ان پابندیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو مثلاً اہلِ پاکستان کے سفرِ بیت المقدس کی راہ میں حائل ہیں۔ اپنے انھی اسفار کے احوال نامے کو انھوں نے اس کتاب میں جمع کیا اور ہم جیسے ان دور افتادہ اہل اسلام کے لیے جنتِ نگاہ وفردوسِ نظارہ کا سامان کیا جو الحمدللہ فلسطین سے محبت کرتے ہیں مگر اس کی زیارت سے محروم ہیں۔

کتاب پر غالب رنگ تاریخی معلومات کا ہے۔ کہ فاضل سفرنامہ نگار جن مقدس و بابرکت مقامات سے گزرتے ہیں ان کے بارے میں اور وہاں موجود تاریخی شخصیات کے بارے میں تفصیلی معلومات قاری کے لیے جمع کر دیتے ہیں۔ ذاتی تأثرات اور قلبی کیفیات بھی اگرچہ کتاب میں موجود ہیں مگر ان کا تناسب تاریخی معلومات سے کہیں کم ہے۔

کتاب کو عمدہ آرٹ پیپر پر مضبوط جلد اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

نام: رسائلِ مفتی محمود (مترجم) **مرتب:** مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری **ضخامت:** ۲۰۸صفحات **مبصر:** صبیح ہمدانی

قیمت: ۴۰۰روپے **ناشر:** مفتی محمود اکیڈمی پاکستان، کراچی، جمعیت سیکرٹریٹ کراچی **02134190606**

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالی ہمارے ماضی قریب کی عبقری شخصیات میں سے تھے۔ آپ کی حیات طیبہ

کا عمومی حوالۂ تعریف تو اعلائے کلمۃ الحق، دفاعِ اسلام و مسلمین اور نفاذِ نظامِ ربانی کی جدو جہد ہے۔ مگر یہ آپ کی شخصیت کا اکلوتا تعارف نہیں۔ بلکہ حضرت مولانا اسلامیان پاکستان کے سیاسی قائد و مقتدی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک راسخ عالم، ایک محقق مفتی، ایک طلیق اللسان عربی دان، ایک مجوّد قاری اور ایک صاحبِ دل عارف و صوفی بھی تھے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور کے تین عربی رسائل کے متن وار دو ترجمہ پر مشتمل تالیف ہے۔ یہ تین رسائل بالترتیب: "التسهيل في احكام التجويد" (درفن تجوید قرآن) "زبدة المقال في رؤية الهلال" (درمسئلہ رویت ہلال) اور "المتنبئ القادياني من هو؟" (قادیان کے جھوٹے نبی کا تعارف) ہیں۔ ان میں پہلا رسالہ ایک عرصہ مخطوطے کی حالت میں رہا، تا آنکہ مولانا قاری فیاض الرحمٰن علوی مدظلہ (دار القراء پشاور) نے اسے تحقیق و تدوین و ترجمہ کے ساتھ سنہ ۲۰۰۱ء میں شائع کر دیا۔ باقی دونوں رسائل کی جمع آوری و ترجمہ کا نیک کام مؤلف کتاب مولانا عبدالحکیم اکبری دامت برکاتہ نے کیا ہے۔

مفتی محمود اکیڈمی کراچی کی ایک ابتدائی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم نے انھی صفحات میں یہ امید ظاہر کی تھی کہ مستقبل میں ایسی کئی اشاعتیں سامنے آتی رہیں گی۔ اکیڈمی کے کار پردازان شکریہ کے مستحق ہیں کہ اپنی سرگرمیوں میں ان علمی نوادر اور تحقیقی شہ پاروں کی اشاعت کو شامل کیا اور یوں علم و فکرِ دینی کے شائقین کے ذوق کو تسکین پہنچائی۔

اِک قرضِ کہن کی ادائیگی (محمد دانیال کلاچوی)

بوڑھا آسمان گواہ ہے اور یہ آفتاب و مہتاب تصدیق کر رہے ہیں کہ دین کی نعمت ہر زمانے میں انسان کو دو ہی ذرائع سے پہنچی ہے۔ جن میں ایک کلام اللہ ہے اور دوسرا رجال اللہ یعنی انبیا کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کی شخصیتیں ہیں۔ یہ دونوں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا ہے اور نہ وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہوا ہے۔ کتاب کو نبی سے الگ کر دیں تو وہ ایک کشتی ہے ناخدا کے بغیر جسے لے کر مسافر زندگی کے سمندر میں کتنا ہی بھٹکتا پھرے ساحلِ فلاح پر لنگر انداز نہیں ہو سکتا اور نبی کو کتاب سے الگ کر دیں تو خدا کو پانے کی بجائے انسان ناخدا کو ہی خدا سمجھ بیٹھتا ہے یہ دونوں نتیجے پچھلی اقوام بھگت چکی ہیں۔

کتاب اللہ کو نبی اللہ علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں سمجھنے کے لیے احادیث نبویّہ کا گہرا فہم، عمیق مطالعہ اور مضبوط ادراک حاصل کرنا ضروری ہے۔ جو اہل علم کی نگرانی میں کتب حدیث کے مطالعہ سے ملتا ہے۔

ان کتابوں میں صحیح مسلم شریف کو جو تفوّق، عظمت اور انفرادیت حاصل ہے، وہ علمِ حدیث کے کسی طالب علم سے پوشیدہ نہیں۔ صحیح مسلم کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام مسلم صحیح مرفوع احادیت انتہائی حسن ترتیب کے ساتھ یکجا اکٹھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اس لیے صحیح مسلم میں حدیث کی تلاش انتہای آسان ہے کہ ہر باب کے متعلق تمام احادیث اکٹھے مل جاتی ہیں، جس سے مسئلہ خوب نکھر کر سامنے آتا ہے۔ عربی زبان میں صحیح مسلم کی خدمت مختلف زاویوں سے متنوع اسالیب میں روزِ تصنیف سے جاری ہے۔ البتہ اردو زبان کا دامن اب تک صحیح مسلم کی ایسی تفصیلی تحقیقی اور تدریسی شرح سے خالی تھا، جس میں متن اور سند دونوں سے بحث کی گئی ہو۔ یہ اہلِ اردو پر ایک قدیم قرض تھا

اور اردو کے نام لیواؤں کے لیے عظیم چیلنج تھا۔

عجیب بات ہے کہ کتاب پر کتاب چھپتی رہی، مکتبہ پر مکتبہ بنتا رہا، ایک سے بڑھ کر ایک صاحبِ قلم سامنے آتا رہا۔ مگر صحیح مسلم کی اردو شرح کسی باتوفیق، بلند ہمت اور حوصلہ مند انسان کی راہ تکتی رہی۔ آخر ارحم الراحمین کو اردو زبان کے حرمان پر رحم آ ہی گیا اور علماء دیوبند کے عاشق، دار العلوم حقانیہ کے فاضلِ جلیل اور جامعہ ابو ہریرہؓ، نوشہرہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس فریضے کو سرانجام دینے کے لیے تیشہ ہمت اٹھا ہی لیا اور کوہِ تحقیق کا سینہ چیر کر مفاہیم حدیث کا جوئے شیر نکال لائے۔

شرح کا مطالعہ کرتے ہو محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے آپ کے نصف صدی کے تدریسی تجربات ہیں۔ کوئی جملہ سطحی نہیں ہے، کوئی بات بے حوالہ نہیں ہے، کوئی دعویٰ بھیڑ چال کا نتیجہ نہیں بلکہ ہر مقدمہ سوچ سمجھ کر قائم کیا گیا ہے۔ اس شرح کا منہج یہ ہے کہ سب سے پہلے متن حدیث کے عربی الفاظ صحت کے التزام اور اعراب کی درستگی کے اہتمام کیساتھ نقل کرتے ہیں۔ پھر سلیس، رواں اور بامحاورہ ترجمہ کرتے ہیں، جو حدیث کے مفاہیم کو حاوی ہوتا ہے۔ پھر حدیث کی خصوصیات وامتیازات ذکر کرتے ہیں اور رواۃ کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مشکل الفاظ اور جملوں کی تشریح کرتے ہیں۔ حدیث کا مفہوم ومصداق واضح کرتے ہیں۔ حدیث میں جن قبیلوں، شہروں، بستیوں، وادیوں، گھاٹیوں، قلعوں، ہتھیاروں، ناپ تول کے پیمانوں وغیرہ کا ذکر آتا ہے ان کا جامع تعارف اور درست تلفظ بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شہر، بستی یا قریہ آج بھی موجود ہے۔ تو اس کا جدید محل وقوع بتاتے ہیں۔ اگر نام بدل گیا ہے تو نیا نام ذکر کرتے ہیں۔ پھر فقہاء کرام کے مذاہب اور ان کے دلائل کا باحوالہ تذکرہ کرتے ہیں۔ مختلف اقوال ومذاہب کا حوالہ دیتے ہیں۔ راجح قول کی وجوہ ترجیح بیان کرتے ہیں۔ پھر حدیث سے مستنبط لطائف اور فوائد ذکر کرتے ہیں۔ موجودہ دور کے شخصی، خانگی، معاشرتی، ملّی، قومی، فکری اور نظریاتی تقاضوں اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ضروری احکام ومسائل کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ قدیم وجدید فتنوں، لادینی جماعتوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کا تعارف اور پھر مدلل علمی اور تحقیقی انداز میں ان کا تعاقب اور تردید بھی کرتے ہیں۔ متقدمین ومتاخرین کیساتھ ماضی قریب کے اکابرین اور زمانہ حال کے معاصرین کی آراء بڑی فراخدلی سے پیش کرتے ہیں۔ اور نہایت وسعت ظرفی کیساتھ ان کی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں۔ ائمہ مذاہب اور مختلف مسالک کے سرخیل علماء کا تذکرہ عزت واحترام اور باوقار الفاظ میں کرتے ہیں۔ محدثین احناف کی آراء کو ترجیح دیتے ہوئے دیگر حضرات کے آراء کو یکسر ٹھکراتے نہیں بلکہ ان کا بھی حتی الامکان صحیح محل بتاتے ہیں۔ حدیث کو حنفی نہیں بناتے بلکہ حنفیت کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تحریر کی شگفتگی تازگی اور رعنائی کو ماند پڑنے نہیں دیتے۔ طرزِ اظہار کے تنوع، عنوانات کی جاذبیت اور بلاغت کی نغمگی سے قارئین کے ذہنی نشاط وانبساط کا انتظام کرتے ہیں۔ یقیناً اردو کا سر معاصر زبانوں کے مقابلے میں اونچا ہو گیا ہوگا۔ سرخاب کا یہ پر جو اس کی کلاہِ افتخار میں لگا ہے، وہ ہر تمغۂ امتیاز سے زیادہ باوقار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شرح کو تا قیامت پڑھنے والوں کے لیے ذریعۂ ہدایت اور لکھنے والوں کے لیے وسیلۂ نجات بنا دے۔

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ

تاریخ احرار

(نویں قسط)

مخالفت کا آغاز:

بس خدا کو منظور تھا کہ احرار اس دکھی دنیا کے سب سے زیادہ دکھ بھرے حصے کے لوگوں کی امداد کو پہنچے۔ ایسا فخر کبھی کسی جماعت کے حصے میں نہ آیا ہوگا۔ ہمیں اپنی ان قربانیوں پر فخر ہے مگر حق اور انصاف کے مخالف ہمارے کشمیر کے داخلے سے پہلے ہی ہمارے حق میں بس بو کر مطمئن واپس آ گئے تھے۔ ہم سری نگر پہنچے تو فضا قدرے مکدّر تھی۔ لوگ غریب جماعت کے غریب افراد کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ تنگ حال لوگ دوسروں کی تنگ حالی میں کیا مدد کریں گے؟ بس آئے ہیں ریاستی خزانے سے جیبیں بھر کر لوٹ جائیں گے۔

ہمارے ریاست میں آنے کا مقصد ہمارے بعض کانگرسی احباب نے لوگوں کو یہی سمجھایا۔ اور لوگوں نے یہی سمجھا۔ امراء اور رؤسا نے غریب پر غریب کا اعتماد جمنے ہی نہیں دیا۔ یہاں کی بے بس آبادی کیسے سمجھتی کہ غریب ہی خدا کے نام پر سب کچھ لٹاتے ہیں اور پھر دنیا میں بے ایمان اور بددیانت کہلاتے ہیں۔ غرض ایسے ماحول میں ہم سری نگر پہنچے۔ حکومت کو ابتدا سے اصرار تھا کہ ہم ریاستی مہمان بنیں۔ مقصد یہ تھا کہ ہم ہاؤس بوٹ میں نظر بند رہیں گے اور ملنے والوں پر پوری نگرانی بھی ہوگی۔ ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ ہم آتے ہی ریاست سے اعلانِ جنگ کر دیتے اور دریافتِ حال کا مقصد فوت ہو جاتا۔ کیونکہ ڈیپوٹیشن کا مقصد حالات کا جائزہ لینا تھا، الٹی میٹم دینا نہ تھا۔ دوسرے اگر سرکاری خزانہ اخراجات کی ذمہ داری اٹھائے تو ہمارے سر سے سب سے بڑا بوجھ اترتا تھا۔ احرار کی راہ میں مالیات ہی سدِ سکندری ہے ورنہ ہماری ہمت کو مشکل کیا ہے؟

پس ان دو مصالح کے پیشِ نظر سرکاری دعوت کو قبول کرنا ضروری تھا۔ اس ضروری مجبوری نے غلط فہمیوں کے طوفان کو اور تیز کر دیا۔ مجھے ڈاکٹری مشورے کے مطابق بستر سے ہلنا نہ تھا۔ مولانا مظہر علی جمعہ کے دن مسجد میں گئے اور تقریر کا موقعہ تلاش کیا۔ مولانا مظہر علی یوں بھی غریب طبیعت اور مسکین حال ہیں۔ کھدر کا لباس رہی سہی کسر پوری کر دیتا ہے، کھڑے ہوئے تو لوگوں کو نہ جچے۔ غریب کی پامال خودداری اور برباد خودی امیرانہ ٹھاٹھ کو ہی مستحق توجہ سمجھتی ہے۔ چھوٹے قد اور کم قیمت لباس والے پر کس کو گمان ہوتا کہ وہ علم کا دریا، عقل کا سمندر اور عزم کا پہاڑ ہے۔ مگر جب کھڑے ہو کر علم کے موتی برسائے اور فصاحت کے دریا بہائے تو لوگ گدڑی کے لعل کی قدر کرنے لگے۔ پھر احساس ہوا کہ یہ ہیرا دنیا کی قیمت پر نہ بکے گا۔ پھر تو ہمارا ہاؤس بوٹ زیارت گاہ ہو گیا۔ مگر حکومت کو یہ انداز نہ بھائے۔ مولانا نے سری نگر کے باہر کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے شہر سے باہر جانا چاہا مگر حکام نے روڑے اٹکائے۔ اگرچہ ہمارے آرام کا ہماری ضرورت سے زیادہ خیال رکھا۔ خورونوش کا سامان ریاست کی شان کے مطابق کیا۔ مگر یہ بات (ہمیں) کھٹکتی رہی۔ غریب جماعت کے کارکن اپنے حال میں رہیں تو عزت محفوظ ہے ورنہ ہاتھ بھر

لمبی زبانیں ہر وقت شہرت کی کتر بیونت پر آمادہ رہتی ہیں۔ چنانچہ میں نے خورونوش کا خرچ کم کرنے کے لیے کہلا بھیجا اور مناسب حال اخراجات کے مدنظر کھانے کا آرڈر دینے لگا۔ اس پر لوگوں نے اور اطمینان کا سانس لیا۔

میکلیگن کالج سٹرائک ستمبر ۱۹۳۱ء:

سری نگر میں ابھی ہم روشناس ہونے لگے تھے کہ لاہور سے ایک اور ہنگامے کی خبر آئی۔ میکلیگن انجینئرنگ کالج کے پرنسپل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ہرزہ سرائی کی، لڑکے سٹرائک کر کے موچی دروازے کے باہر ڈیرے ڈال کر پڑ گئے۔ پرنسپل ہندو ہوتا تو ہنگامہ زیادہ ہوتا۔ مگر انگریز تھا، بات کچھ دبی دبی رہی اور اندر اندر آگ سلگا کی کچھ بھڑکی نہیں۔ لیکن انگریزی اخبار ''مسلم آؤٹ لک'' نے ہر روز اخبار کے ذریعے اگن گولے برسانے شروع کیے۔ لڑکوں کی ہمت بندھ گئی۔ درمیانہ طبقہ تھوڑا بہت متاثر ہوا لیکن امراء حسب معمول چکنے گھڑے بنے رہے۔ بلکہ پرنسپل انگریز ہونے کے باعث حکومت کی ناراضگی سے خائف ہو کر برابر آگ پر پانی ڈالتے رہے۔ مولانا **محمد** داؤد (غزنوی) بڑے بہادر، جماعت میں قابل اور خداترس آدمی ہیں انھوں نے حالات سے حسبِ معمول متاثر ہو کر اس ایجی ٹیشن میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ وہ احرار کے جنرل سیکرٹری تھے، ان کے حصہ لینے سے ایجی ٹیشن کا رنگ ڈھنگ بدل گیا۔ علامہ اقبال ایجی ٹیشن میں گہری دلچسپی لیتے تھے، انھوں نے یہ ایجی ٹیشن بھی احرار کے حوالے کر دی۔ مولانا داؤد کی رہنمائی میں کالج کا پکٹنگ کیا گیا۔ گرفتاریاں ہوئیں، لاٹھی چارج ہوا۔ ایجی ٹیشن شہر کے اسلامی حصے میں سر نکالنے پھرنے لگا، لوگوں کی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا۔ ماتھے کے تیوروں میں ہنگامے چھپے تھے۔

لاہور کے لوگ عجب ہنگامہ پرور ہیں۔ اگر گدھا زور سے ہینگے تو دکانوں اور گھروں سے پگڑیاں بغل میں دبا کر بھاگتے ہیں اور راستے میں پوچھتے ہیں کہ میاں ماجھے کیا ہوا؟ بھیا گامے یہ کیا شور تھا؟ کہیں لاٹھی چلی ہے کیا؟ مگر کسی کے زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟ غرض عجب تماشائی شہر ہے۔ لیکن ایک خوبی ہے کہ بلاٹکٹ تماشا نہیں دیکھتا، ہر ایجی ٹیشن میں مالی قربانی ضرور کرتا ہے۔ ہو سکے تو سرکاری ہنگامے کی گرما گرمی میں لاٹھی بھی بے پروائی سے برداشت کرتا ہے۔ گولی چل جائے تو اس کی بھی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن طبیعت تماشائی ہے اس لیے کسی تحریک میں دل نہیں لگتا۔ ہر تحریک سے چند دن میں جی اکتا جاتا ہے۔ پھر کوئی نیا کھیل دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ لاہور کے لوگوں کی طبیعت میں کچھ مذہبی جوش بھی ہے، وہ خدا کے نام کی شمع پر پروانے کی طرح گرتے ہیں۔ میکلیگن کالج کے معرکے میں انھوں نے جان کی بازی لگا دی۔

مولانا مظہر علی کی واپسی:

لیکن میں بیماری میں بے قرار تھا۔ مجھے اپنی قوم کی قوت عمل اور قوت برداشت کا حال معلوم تھا۔ اندیشہ تھا کہ ہم دو تحریکوں کو چلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مالی استحکام کی کمی اور حقے کی عادت نے قوم کو لمبی جدوجہد کے قابل نہیں چھوڑا۔ مالی استحکام کے معنی امراء کی جماعت پیدا کرنے کے نہیں، بلکہ قومی فنڈ یا بیت المال کی مضبوطی یا عوام کی خوشحالی کے ہیں۔ امراء ہر قوم کا بیکار حصہ ہوتے ہیں، بہادری کے معرکے کبھی ان لوگوں نے سر نہیں کیے۔ اس لیے میری پختہ رائے تھی کہ کشمیر کی تحریک کو آگے بڑھانا زیادہ بہتر ہے اور کالج ایجی ٹیشن میں باعزت سمجھوتہ ضروری ہے۔ مولانا مظہر علی میرے ہم خیال تھے۔ طلبہ کا معاملہ تھا، بات زبانی تھی، پرنسپل واقعہ کی صحت سے انکار کرتا تھا۔ اس لیے اس کے جرم کو اجاگر کر کے واقعہ کو اچھالنا تقاضائے شرافت نہ تھا۔ مولانا مظہر علی کشمیر سے لوٹ کر لاہور پہنچے۔ مولانا

داؤد، مولانا احمد علی وغیرہ گرفتار ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کا ایک مقتدر وفد پنجاب گورنمنٹ کے افسروں سے ملنے شملے جارہا تھا۔ سب نے مولانا کو شملے لے جانا مناسب سمجھا۔ ان دنوں یورپین حکام اپنے آپ کو بجا طور پر حاکم مطلق سمجھتے تھے، آئین کے رو سے وہ مختار کل تھے۔ رائے عامہ بے حد کمزور تھی اس لیے کسی ایجی ٹیشن اور وہ بھی مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کو خاطر میں لانا بے حقیقت قوم کو وقیع بنانا تھا۔ مجلس احرار کو ابھی اپنا وجود ثابت کرنے کی ضرورت تھی۔ حکام احرار کے چند افراد کو ضرور جانتے تھے، مگر اتنا ہی کہ یہ چند شوریدہ سر اور بے لگام لوگ ہیں۔ یہ قیاس بھی نہ تھا کہ کبھی ان کے پاس ہزار دو ہزار والنٹیر ہو جائیں گے یورپین حکام ہم دو تین کو کونسل کے بے غرض اور ان تھک کام کرنے والے سمجھ کر عزت ضرور کرتے تھے۔ یا چند اور کو شعلہ بار مقرر جان کر کسی قدر فسادی قوتوں کا مالک جانتے تھے۔ بنابریں اوّل اوّل تو انھوں نے یورپین پرنسپل کی حمایت میں اپنا رویہ سخت کر لیا اور باد کے گھوڑے پر سوار رہے لیکن جب وفد اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹ آیا تو کسی قدر ہوش آئی۔ حکومت کے لیے حقیر سے حقیر فرقے کے رہنما کے خلاف ناپاک حملے کی حمایت مفت کی بدنامی اور دردسری تھی۔ پھر اندیشہ یہ ہوا کہ احرار سے کچھ اور ہو سکا یا نہ لیکن انگریزی اخلاق کی پردہ دری کرنے کے علاوہ تھوڑی بہت نفرت ضرور پھیلائیں گے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے لاہور کے حکام کو ہدایت کی کہ مولانا مظہر علی سے سلسلہ گفت وشنید جاری کر کے معاملہ خوش اسلوبی سے ختم کر دیں۔ مبادا یہ واقعہ جماعتی نفرت کے لحاظ سے گہرا رنگ اختیار نہ کرے۔ چنانچہ سٹی مجسٹریٹ مولانا کو لاہور سٹیشن پر آکر ملا کہ گفتگو ختم نہ سمجھی جائے ممکن ہے افسران ضلع مل کر کوئی بہترین حل نکال سکیں۔ حکومتیں حل نکالا نہیں کرتیں بلکہ سوچا سمجھا ہوا حل پیش کیا کرتی ہیں تا کہ سمجھوتے میں ان کا اپنا زاویہ نگاہ قائم رہے اور عوام میں حکومت کی شکست کا تصور نہ پیدا ہو۔ یہی حال مضبوط جماعتوں کا ہے۔ احرار اور وفد نے جس میں میاں عبدالعزیز، مولانا ظفر علی خاں، عبدالمجید سالک اور مولانا غلام رسول مہر شامل تھے، حکومت کی درمیانی راہ کو پسند کیا۔ یعنی پرنسپل نے اعلان کیا کہ ’’میں نے وہ الفاظ جو میری طرف منسوب کیے گئے ہیں نہیں کہے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتا ہوں اور اگر میرے کسی عمل سے مسلمانوں کے دل کو صدمہ پہنچا ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں‘‘۔

جھگڑے کو جتنا بڑھایا جائے بڑھتا ہے۔ جھگڑنا صرف اسی صورت مفید ہے جس میں قوم وافراد کے سیاسی اور اقتصادی مفاد، مجلسی زندگی یا اخلاقی حالت پر اثر پڑتا ہو۔ ہتکِ قومی یا شخصی کا بہترین حل معافی ہے تا کہ اس کا دوبارہ اعادہ نہ ہو۔ ملکوں اور قوموں میں اخلاقی حدود قائم رہیں۔ اچھا ہوا جو اس طرح معاملہ خوش اسلوبی سے ختم ہوا۔ قیدی رہا کر دیے گئے، طالب علم کالج کو واپس چلے گئے۔

تبلیغی روح کہاں ہے؟:

حالاتِ زمانہ کو تعجب سے دیکھتا ہوں، دنیا کے لٹریچر کا افسوس سے مطالعہ کرتا ہوں...... فضاؤں میں اسلام کے لیے برچھیاں تیرتی ہیں، لٹریچر میں نشتر چھپے ہیں۔ دنیا کے پاک ترین انسان کو بدترین مخلوق کا رنگ دیا گیا ہے۔ دنیا کے بہترین مذہب کو تاریک خیالات کا حامل بتایا گیا ہے۔ مگر ایسا کیوں نہ ہوتا غلامی جس قوم کا سیاسی امتیاز اور ساری قوم کا چند امراء کے ہاتھوں کٹ پتلی ہو کر رہنا جس کی خصوصیت۔ ایسے امتیازات کی حامل ملت کے روحانی سردار کی کیا کوئی قدر کرے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے دنیا کی بے خبری کی ذمہ داری کس پر ہے؟ ہم

پر...... جنھوں نے دنیا کو دین پر مقدم کر کے دین اور دنیا دونوں برباد کر لیے ہیں۔ اے اسلام کے بے روح نوجوانو کچھ سوچو کہ آئے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام کیوں دھرے جاتے ہیں؟ اس لیے کہ دنیا ہم کو دیکھتی ہے اور ہماری صورت سیرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کا اندازہ لگاتی ہے۔ درخت کی خوبی اس کے شیریں پھل میں ہے۔ کسی مذہب کی تعلیم کا اندازہ افراد پر اس کے اثر سے ہی تو لگایا جا سکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر مسلمان آتش بجان مجاہد اور عالم حوصلہ مبلغ ہوتا مگر نہیں دنیا عبرت کی نظر سے ہماری طرف دیکھتی ہے۔ جن لوگوں کی طرف نگاہیں عزت واحترام سے اٹھنی چاہیے تھیں آج نفرت اور حقارت کی نظریں ان پر پڑتی ہیں۔

مسلمان جوانوں کا تصور جب خود مجھے آتا ہے تو میں انھیں کھیت کے کنارے حقہ پی کر بیکار وقت ضائع کرتے پاتا ہوں، یا شہر کی گلیوں میں سگریٹ سلگائے آوارہ پھرتے دیکھتا ہوں۔ کیسی شرم کی بات ہے جنھیں چیونٹی سے زیادہ محنتی ہونا چاہیے تھا، وہ نکھٹو مکھی کی طرح ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کے آسرے زندہ ہیں۔ ایسے لوگوں میں روحِ جہاد اور روحِ تبلیغ ڈھونڈنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ ہر مسلمان اپنے طرزِ عمل پر غور کرے کہ اس نے اسلام کی ترقی کے لیے کبھی کام کیا؟ یا آئندہ اولاد میں کوئی ایسا جذبہ پیدا کر رہے ہیں کہ اپنی زندگی خدمت خلق کے لیے وقف کر دیں؟ جب ہم میں کوئی خوبی نہیں رہ گئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم خود ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے دن حملوں کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر کھیت پر بیل ٹھیک نہ چلے تو بیچنے والے کو گالی دی جاتی ہے بچہ بد اخلاق ہو تو ماں باپ پر الزام دھرا جاتا ہے، اسی طرح بد اطوار مسلمان اپنے روحانی بزرگوں کی بدنامی کا باعث ہیں۔

آخر یہ ہم کو ہو کیا گیا ہے؟ میں نے تو علمائے دین تک کو دیکھا ہے جن کی روحِ تبلیغ کا شہرہ ہے کہ عمر بھر سے خاکروب گھر پر آتا ہے مگر ان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آؤ زندگی میں ایک دن اسے کلمے کی تبلیغ کر دیں۔ ساری عمر غیر مسلم ہمسایہ پہلو میں بستا ہے۔ لیکن ایک لمحہ یہ خیال نہیں آتا کہ چلو چل کر اسلام کی خوبی اس کے ذہن نشین کریں۔ دوسروں پر اثر ڈالنے تو وہ اٹھے جس نے خود مذہب کا اثر قبول کیا ہو۔ کاروبار سے فرصت ہو تو دین کی حقیقی ضرورتوں کی طرف دھیان جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مذہب تبلیغی اور جہادی روح سے محروم ہو گیا۔ ایسی سوسائٹی تالاب کا پانی ہے جس کا کہیں نکاس نہ ہو اور گندا ہو کر گندی مچھلیاں اور زہریلے مچھروں کی پرورش گاہ بن جائے۔ پس ہم اپنی بدعملی کے لحاظ سے اسلام کی جبین پر کلنک کا ٹیکہ ہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا حقیقی باعث۔ جب تک ہماری کثیر تعداد اپنے حال کی اصلاح نہ کرے گی تب تک میکلیگن کالج کے ایسے ہزاروں پرنسپل پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس برائی کے سدباب کی صورت یہی ہے کہ ہم بھلے بن جائیں، دنیا ہمارے عمل کو دیکھ کر نیک اثر قبول کرے۔ ہم میں ہر شخص مجاہد یا مبلغ ہو جس کا سینہ ان دونوں سے سرد ہو تو دوزخ کی آنچ اس کے لیے بے بس ہے۔

احرارنامِ خدا زندگی میں ایک نیا عزم لے کر اٹھے ہیں۔ ان میں بھی بعض نوجوانوں کو بیکار وقت ضائع کرنے والا دیکھتا ہوں۔ گو انھوں نے زندگی خدا کے لیے وقف کر رکھی ہے، لیکن کئی کئی دن خدا کے کام سے غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ احرار کا فرض ہے کہ کسب معاش کے بعد اپنا ہر لمحہ صحت بنانے اور مخلوق خدا کی خدمت کر کے اسلام کا نام روشن کرنے میں صرف کریں۔ احرار اور مرد بے کار...... یہ بہت بڑا دھبا ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ جسم میں بے تاب روح اور ان تھک ارادہ پیدا کر کے ملت میں ہمت کی مثال قائم کرنی چاہیے۔ قوم کا کوئی حصہ تو سوچے کہ بے ہمتی نے ہمارا کیا

حال کر دیا۔ کیوں دنیا میں ہر کس و نا کس ہمیں چھوڑ کر پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ کرتا ہے۔ باہمت قوموں کے بزرگوں کی تعریف کی جاتی ہے، بے ہمت لوگوں اور بدعمل افراد کے پچھلے پرانے باپ دادوں کی قبروں پر لعنت برسائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ کی مثال پیش نظر ہے۔ وہ بہت کم بیکار بیٹھتے ہیں تبلیغ اور جہاد دونوں میں پورے ہیں۔ احرار کے بعض دوست جیل کو بہادری سے کاٹ کر تبلیغی اور جماعتی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہماری مصیبتوں کا بڑا باعث ہیں۔ جیل سے کامیاب واپس آ کر جماعتی کاموں اور تبلیغ کی ضرورتوں سے کارکنوں کو بے نیاز سا پا کر باقی ہمدرد بھی وہی رنگ اختیار کرتے ہیں اور ہمارے دفتر بے کار سے لوگوں کے اڈے نظر آنے لگتے ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانا اور اسلام کو بلند کرنا چاہتے ہو تو زندگی کا پروگرام بناؤ۔ روز نئے عزم کے ساتھ دنیا میں کام کرنے اٹھو ورنہ ایک بدزبان کی بدزبانی روکنے کے لیے ساری قوم کی آتش زیرِ پا رکھنا دلیل دانائی نہیں۔

پھر پنجاب کو:

مولانا کے لاہور آنے کے بعد وزیر اعظم کشمیر سرہری کشن کول کا پرسنل اسسٹنٹ میری تیمارداری کے لیے ہاؤس بوٹ میں آیا۔ مزاج پرسی کے بعد یوں ہی اس نے سیاسیات کا ذکر چھیڑ دیا۔ اسے اپنی قوت تمیز پر بڑا ناز تھا۔ بے شک وہ اچھی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا لیکن عوام کے ذہن کی بنیادی محرکات کو سمجھنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے کا اسے کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس کو یقین تھا کہ وہ انگریزی فوج کی مدد کے بغیر ریاستی فوج اور پولیس کی قوت سے حالات پر قابو پالیں گے۔ میں تحریک کشمیر کو عوام کے گہرے اقتصادی اور سیاسی زخموں کا نہ مندمل ہونے والا گھاؤ سمجھتا تھا۔ میرا قیاس یہی کہتا تھا کہ اگر مجلس احرار جان و دل سے مدد کو اٹھی تو حالات ریاست کے قابو میں نہ رہیں گے۔ یک بیک میں نے دیکھا کہ اس کی طبیعت پر میرے دلائل کا جادو چل گیا ہے، پھر وہ مبہوت سا ہو کر میرے وجوہات بحث کو سننے لگا اور میری امید سے کہیں زیادہ اثر لے کر اٹھا۔ دوسرے دن پھر وزیر اعظم کی طرف سے مجھے ملنے آیا پہلے کی نسبت اب اس کا رویہ بدلا ہوا تھا۔ اب وہ زیادہ مؤدب تھا، میری ہر بات پر توجہ دیتا تھا۔ اس نے وزیر اعظم کی طرف سے خواہش ظاہر کی کہ میں کشمیر کی سیاسیات کے متعلق اپنی کل والی رائے کو اپنی اوّلین فرصت میں قلم بند کر دوں چنانچہ میں نے باوجود بیماری کے مکمل رائے اردو میں لکھ کر بھیج دی۔

اب مولانا مظہر علی واپس آ گئے تھے۔ تعجب ہے کہ حالات نے میری رائے کے مطابق بدلنا شروع کیا۔ شیخ محمد عبداللہ کشمیر کے لیڈر گرفتار ہو چکے تھے۔ ہم پر پابندیاں زیادہ ہو گئیں لیکن واقعات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ توانا ؤں کا ناتوانوں کی رائے کو رَد کر دینا کتنا آسان ہوتا ہے۔ وہ اکثر اوقات خطرے کو برداشت کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں مگر کمزوروں کی رائے کا احترام کرنا اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہم کشمیر سے ناکام لوٹ آئے۔ مولانا کی ملاقات مہاراجہ صاحب سے بھی ہوئی۔ میں نے واپسی پر وزیر اعظم سے ملنا ضروری سمجھا۔ میں اپنی سیاسی زندگی کے ابتدا ہی سے سرہری کشن سے واقف تھا۔ وہ جالندھر ڈویژن کے کمشنر تھے جب میں ملازمت سے مستعفی ہو کر آیا۔ ضلع کی خلافت کمیٹی کا صدر اور کانگرس کا سیکرٹری ہونے کے باعث ان کی تشویش کا باعث ہوا۔ وہ مجھے میرے وطن گڑھ شنکر ملنے آئے مگر میں نے وقت کے تقاضے اور خلافت اور کانگرس کی پیدا کردہ سپرٹ کے ماتحت ملنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ حکام سے عدم تعاون لازمی قرار پا گیا تھا۔ اب صورت مہمانِ عزیز کی تھی، سیاسی دستور یہی تھا، اُس دستور کی یہ باعزت استثناء تھی۔

واپس آکر پرامن جنگ کو ہم نے ضروری سمجھ لیا تھا۔ دلائل بغیر قوت کے بیکار ہیں۔ کمزور کی دلیل بے دھار کا کھانڈ اہے، نہ اپنے ہاتھ کی زینت نہ دوسروں کے گلے کی کاٹ۔ ہم نے قوت کی فراہمی پر پہلے سے زیادہ زور دیا۔ اب ریاست کو پہلے سے قوی تر خطرہ ہوگیا۔ شیخ محمد عبداللہ کو رہا کر دیا۔ گورنمنٹ آل انڈیا اور ریاستی حکومت نے ہمارے ساتھ معاملہ کرنے کی لائن تیار کی۔ ہمیں کشمیر آنے کی دوبارہ دعوت دی گئی۔ ہم پھر وہاں گئے ہم ریاست میں ذمہ دار حکومت کے طالب کیے گئے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ کے ذہن میں یہ ڈالا گیا تھا کہ اوّل تو احرار حکومت انگریزی کی مخالف جماعت ہے، گورنمنٹ آف انڈیا میں ان کا اثر معکوس ہے، دوسرے ان کا یہ مطالبہ انقلابی نوعیت رکھتا ہے، مناسب ہے کہ تم ریاستی لیڈر کی حیثیت سے اقل ترین مطالبہ کرو اور احرار سے بے نیاز رہو۔ بدنصیبی سے احرار کے خلاف یہ ہتھیار بڑا موثر ثابت ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ کو ہم اپنا ہم خیال نہ بنا سکے ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم بھی ریاست میں سے ذمہ دار حکومت کا کوئی طالب بنائیں۔

گورنمنٹ آف انڈیا اور ہم دونوں یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم آئندہ بیس برس کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اور لڑائی اسی بات کی ہے کہ عوام کو کس قدر اختیارات دیئے جائیں؟ اگر شیخ محمد عبداللہ جیسا وسیع النظر بااثر ریاستی لیڈر دل سے ہمارا ہمنوا ہوتا تو ہم نہ صرف ریاست کشمیر بلکہ دوسری ریاست کے باشندوں کا بہت کچھ راستہ صاف کر دیتے۔ فوج میں بہادری کے ہزار جوہر ہوں مگر کمان کرنے والے جرنیل ہم خیال نہ ہوں تو قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ ہم شیخ محمد عبداللہ کی پارٹی کو بددیانت یا بزدل نہیں کہتے مگر معاملہ سمجھنے میں انھوں نے بڑی ٹھوکر کھائی۔ رائے کا یہ اختلاف حوصلہ شکن ہوسکتا تھا لیکن ہم نے ہمت نہ ہاری۔ سیالکوٹ پہنچ کر فوراً والنٹیر وں کو ریاستی حدود میں داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ خود مولانا مظہر علی نوجوانوں کا ایک دستہ لے کر ریاست کے حدود کی طرف بڑھے۔ ریاست نے آسان کھیل سمجھ کر ان پر ہاتھ ڈالا لیکن ان کی گرفتاریوں سے گویا جنگل میں آگ لگ گئی۔

زور آزمائی:

گورنمنٹ آف انڈیا کی اطلاع پر ریاست نے پانچ ہزار قیدیوں کی رہائش کا انتظام کر رکھا تھا یہ ہماری قوت کا انتہائی اندازہ تھا۔ اس اندازے سے ہم بھی غیر مطمئن نہ تھے۔ وقت کی بات ہوتی ہے، ہم چھوٹے بڑے سب جان لڑانے کے لیے آمادہ تھے، جب ارادہ ہو تو کام کی راہیں نکل آتی ہیں۔ دنیا نے تعجب سے دیکھا کہ مردہ قوم زندگی کی کروٹیں لینے لگی۔ سیال کوٹ سے اکیس اکیس نوجوانوں کے جتھے رات کی تاریکی میں دشوار گزار راستوں سے گزر کر نور کے تڑکے جموں میں داخل ہوئے۔ جب گلی کوچوں سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے تو ہندوؤں نے سمجھا کہ محمود سومنات پر چڑھ دوڑا۔ دیویوں نے بچے چھاتیوں سے لگا لیے اور ایشور جپ جاپ کرنے لگیں کہ ہرے بھگوان ان ملیچھوں کا ناش کرو یہ موئے منڈی کاٹے کہاں سے آگئے۔ پولیس بے خبری میں خراٹے لے رہی تھی وہ ڈراؤنے سپنے کی طرح اللہ اکبر کے نعروں سے دھڑ دھڑا کر اٹھی۔ افسروں نے گھبرا گھبرا کر فال اِن (FALL IN FALL IN) کہنا شروع کیا۔ مشہور ہے کہ بدحواسی اور جلدی میں کوٹ کو برجس سمجھ کر بعض سپاہیوں نے اس کے بازوؤں کو ٹانگوں پر چڑھا لیا۔ خیر یہ تو مبالغہ آمیز اور مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے مگر ریاست کی پولیس کو اچانک ان حالات سے دوچار ہونا پڑا جن کے لیے وہ تیار نہ تھی۔ ہر طرف: آگئے! آگئے! ہوتا تھا مگر کسی کو یہ نہ سوجھتی تھی کہ یہ آگئے ہیں تو ان کا

کریں کیا؟۔ سیالکوٹ کی ماؤں نے قرونِ اولیٰ کی عورتوں کا نقشہ پیش کردیا۔ ہر گھر میں نوجوانوں کو احرار کا ساتھ دینے کا تقاضا تھا۔ بہنوں نے بھائیوں کو پیار سے جدا کیا۔ بیویوں نے خاوندوں کو ڈبڈبائی آنکھوں سے الوداع کہی۔ جوش وخروش کے ایسے نظارے چشم فلک نے کہاں دیکھے ہوں گے۔ نورِ ایمان لوگوں کی آنکھوں سے ٹپکنے اور چہروں سے چھلکنے لگا۔ کفر دروازے بند کر کے دروازوں سے سہم سہم کر دیکھنے لگا کہ اسلا مخون کا بھاؤ کیوں پوچھتا پھرتا ہے؟

ماں کی گود ہی اقوام وملل کی پرورش گاہ ہے، یہاں کا عزم بیٹے کی سربلندیٔ عمل کا باعث ہوتا ہے۔ سیال کوٹ کے نوجوانوں میں روحِ جہاد کی ذمہ دار سیالکوٹ کی مائیں بہنیں اور بیبیاں ہیں۔ اپنے عزیزوں کو الوداع سے شیر طبیعت مجاہد بنا دیا۔ میں نے کسی اسلامی شہر میں عورتوں میں سیاسی جلسوں میں شمولیت کا ایسا شوق نہیں دیکھا۔ پس پہلے عورتوں نے ضرورتِ زمانہ کو سمجھا پھر بچوں کو سرفروشی کے لیے آمادہ کیا۔ جس ملک وقوم کی مائیں دنیا کے حالات اور ضرورت سے بے خبر ہیں اس ملک کے نوجوان روحِ جہاد کو ضائع کر کے حرم سراؤں کے خواجہ بن جاتے ہیں۔ پس قوموں کی درست تربیت عورتوں کی درست تعلیم پر ہے۔ سیالکوٹ کے بہادر فرزندوں نے ہندوستان کی سول نافرمانی کے سارے ریکارڈ کو مات کردیا۔ باوجود اس امر کے کہ متعدد مقامات پر وہ سنگینوں پر دھر لیے گئے لیکن انھوں نے سر ہتھیلی پر رکھ کر سرد راتوں میں یلغار کر کے جموں کے قریب تند وتیز ندی ہمت سے عبور کی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ۲۱ر نوجوانوں کا دستہ شہر سے روانہ ہو کر رات کی تاریکی میں گم ہوجاتا تھا۔ سات دن کے اندر دس ہزار شیر دل مجاہدوں نے سرحد کو عبور کر کے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کردیا۔ بے مثال قربانی کی یہ مثال دیکھ کر ریاستی حکام کے دماغ پریشان ہوگئے اور ساری سلطنت کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ صرف جموں ہی ایک محاذ نہیں بنایا گیا۔ بلکہ جہلم کے راستے میر پور ایک اور پرامن جنگ کا محاذ تجویز ہوا۔ جہاں شہید الٰہی بخش کا ریاست کے ایک ذمہ دار افسر نے نوکِ سنگین سے سینہ چھید کر مسلمانوں کے سینوں میں ناسور ڈالا اور وہ ماہی بے آب کی طرح خاک اور خون میں تڑپا۔ موت کی بے کلی میں بھی کلمہ پڑھتے شہید ہوا۔ خونِ ناحق کا بہنا تھا کہ پنجاب کے غریب نوجوانوں کا خون کھولنے لگا۔ ہر طرف سے پیدل جتھے کشمیر کی سرحدات کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پیدل مارچ نے عوام میں جوشِ جہاد کو اور زیادہ کردیا۔ خواجہ غلام محمد تیس سرفروشوں سے قرآن پر حلف لے کر لاہور سے راولپنڈی اور پھر کوہالہ پہنچا۔ حلف یہ تھا کہ جان دے کر بھی کوہالے کے پل کو بند کردیں گے۔ دریا جہلم وہاں کتنا پرجوش تیز وتند ہے، کئی نوجوان دریا میں گرے، کچھ سپاہیوں کی سنگینوں پر پڑے، تیسرے دن خبر آئی کہ احرار نے پل پر قبضہ کر کے آمدورفت کا دروازہ بند کردیا ہے۔ کشمیر کی تجارت کی یہی شاہراہ ہے، دو دن میں ہزاروں لاریاں دونوں طرف رک گئیں۔ ریاست کو گولی میں تذبذب تھا کیوں کہ علاقہ پہاڑی اور ہر شخص مسلح تھا گولی چلنے سے ایسی آگ بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا جس کا فرو کرنا ریاست کے بس کی بات نہ تھی۔

ریاست کا انتظام:

ریاست کے جیلوں کا سارا انتظام تارِ عنکبوت ہوگیا۔ احرار قیدیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی۔ کہ خاردار جیل خانے سیر گاہ بن گئے۔ بدانتظامی کے باعث جو جب چاہے گھر کو آجائے، جو چاہے بغیر گرفتاری کے جیل میں داخل ہوجائے۔ اتنی بھاری قیدیوں کی تعداد کے لیے جیل کا سٹاف پورا نہ تھا۔ یہاں جیل سچ مچ کھیل بن گئے۔ ابھی نئے احرار دستوں کی آمد آمد تھی۔ حالات سے گھبرا کر آخر ریاست نے انتظام وائسرائے کے حوالے کردیا۔ جس نے غیر معمولی (ایمرجنسی) گزٹ کے ذریعہ ریاستی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں لے کر احرار کی قوت کا علانیہ اعتراف کیا۔ گزٹ کی اشاعت کے

ساتھ ہی مسلمان امراء کی طرف سے اعلان شائع ہونے شروع ہوئے کہ احرار کو سول نافرمانی اب بند کرنا چاہیے، اب سول نافرمانی کا جاری رکھنا انگریز کی ہمدردی کو بے سبب ضائع کرنا ہے۔ گویا انگریز ریاستوں میں ترقی پسند آئین چاہتا تھا۔ اونچے طبقے کی کیا بات ہے انھیں اندیشہ یہ ہوا مبادا حکومت ساری مسلم قوم کے سرسوار ہو جائے کہ تم سب باغی ہو اور وہ غریب احرار کے ساتھ گھن کی طرح نہ پس جائیں۔ دفتر میں گروہ در گروہ آئے کہ بھیا بہت ہولی اب بس بھی کرو۔ ایسا نہ ہو کہیں سرکار ناراض ہو جائے میں نے کہا: بزرگو! نبرد آزمائی تو احرار اور سرکار میں ہو رہی ہے، تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے؟ اطمینان سے تماشا دیکھتے جاؤ، ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے ڈاڑھی والا۔ انھوں نے کہا سنا نہیں کہ اونٹوں کو بیگار میں پکڑتے تھے۔ تو احتیاط کے تقاضوں کے مطابق لومڑی بھی ڈر کے مارے بھاگ نکلی۔ کسی نے کہا: بی لومڑی تم کیوں بھاگی جا رہی ہو؟ بولی بھیا اونٹوں کو بیگار میں پکڑا جا رہا ہے کسی کا کیا بگڑے جو کوئی یہ کہہ دے کہ یہ بھی اونٹ کا بچہ ہے اور میں بھی اونٹوں کے ساتھ دھر لی جاؤں۔

غرض میری خواہش تھی کہ امراء کی طرف سے سول نافرمانی کے خلاف اعلان نہ ہو مگر انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ جن کی اغراض حکومت کے ساتھ وابستہ ہوں وہ غریب جماعت کا ساتھ کب تک دے سکتے ہیں؟ حکومتِ ہند کو ضرورت تھی کہ ثابت کرے کہ نام نہاد سنجیدہ طبقہ احرار کے بجائے سرکار کے ساتھ ہے۔ کمزور طبیعت غریبوں پر اس اعلان کا اثر ضرور ہوا مگر جلدی ہی احرار نے سنبھال لیا۔ گورداسپور اور گجرات کی سرحدات کی طرف سے والنٹیر وں نے نئی یلغار شروع کر دی۔ لکھنو کے مشہور احرار میاں منے خان گورداسپور کے قافلہ کے سالار تھے۔ علاقہ ہندوؤں کا تھا وہاں ہندو آبادی نے ان کو گھیر لیا اور ڈوگروں نے سب کو جوتوں سے پیٹنا شروع کیا۔ جب والنٹیر بے ہوش ہو گئے تو ان کو انگریزی علاقے میں پھینک کر چلے گئے۔ منے خان پھر اٹھ کر ریاست میں داخل ہوئے، ساتھی ان کے ساتھ تھے۔ پھر پہلے سا استقبال ہوا، اس دفعہ زیادہ زخم آئے۔ مرکزی دفتر نے اس سمت کی یلغار روک دی۔ دوسرے محاذوں پر گرفتاریاں دن دگنی رات چوگنی ہوتی گئیں۔

انگریزی انتظام:

انگریزی حسن انتظام کی ایک دنیا قائل ہے۔ اور سچ بھی یہ ہے کہ انگریز قوم اس زمانے میں بھی جرمنی سے دوسرے درجے پر خوش سلیقہ ہے۔ مگر احرار کی یلغار نے اسے بھی حواس باختہ کر دیا۔ پنجاب کے جیلوں کی گنتی چار گنا ہو گئی۔ کمبل کپڑے نہ ہونے سے قید خانے محتاج خانے نظر آنے لگے۔ احرار قیدیوں کی حالت سڑک کے فقیروں کی سی ہو گئی جن کے جسم کے کپڑے غلیظ اور تار تار تھے۔ یہ تو جیلوں کے اندر کی صورت تھی، باہر برابر جوش ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حکام جیل یہاں تک مجبور ہو گئے کہ نو وارد قیدیوں کے گلے میں تختیاں لٹکا کر احرار کے دفتروں میں چھوڑ جاتے تھے کہ انھیں صبح لے جائیں گے۔ ریل گاڑی سے بعض قیدی اترتے جاتے تھے تعداد پوری کرنے کے لیے الوداع کہنے آئے اور والنٹیر وں کو پولیس منت سماجت کر کے قیدی بنا کر لے جاتی تھی۔ کئی ایک کو دھکے دے کر جیلوں سے باہر نکال دیا گیا کہ اندر کا انتظام تباہ نہ ہو۔ میری اس تحریر اور انتظامی افراتفری کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا کہ سینکڑوں رضا کار موت کے منہ سے بچے۔ تاہم اکیس نوجوان نمونیہ سے جیلوں میں وفات پا گئے کیونکہ سردی سے بچنے کا مناسب انتظام نہ تھا۔ قلم قوم مسلم کے جوش کا کماحقہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ صرف پنجاب سے ہمارے اندازے کے مطابق ۴۵ ہزار نوجوان گرفتار ہوئے۔ ۵ ہزار باہر کے صوبوں سے بھی شریک حال ہو کر جیل گئے۔　　(جاری ہے)

اخبارُالاحرار

مجلس احرار اسلام کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کی روداد

مجلس احرار اسلام پاکستان نے تحفظ ختم نبوت، ردقادیانیت کے محاذ پر کام کرنے والی بانی جماعت ہے جو ملک بھر میں دعوتی و اصلاحی پروگرامز، کانفرنسز اور ختم نبوت کورسز منعقد کرتی رہتی ہے۔ جس میں جماعت کے مبلغین اور بیرونی مہمانان گرامی بھی شرکت کرتے ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

کارگزاری شعبہ ختم نبوت کورسز:

(تحریر: جناب مولانا تنویرالحسن ناظم اعلی صوبہ پنجاب) مجلس احرار اسلام 91 برس سے احیائے دین، خدمت خلق، دعوت اسلام، اسلامی شورائی نظام کے قیام اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لئے مصروف ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر چھاپ کر تقسیم کیا جاتا ہے ختم نبوت کانفرنسز، ختم نبوت ریفریشر کورسز، فہم ختم نبوت خط کتابت کورس، فہم ختم نبوت کوئز پروگرام، مکالمہ برائے اسلام اور قادیانی غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام بالخصوص قادیانیوں سے گفتگو کرنیکا طریقہ ہمارے اہم اہداف ہیں اور اس پہ کام جاری ہے۔ سال 2020 میں بفضل اللہ جماعتی سرگرمیوں کو بھرپور طریقے سے جاری رکھا گیا جنوری سے دسمبر تک مرکز ختم نبوت تلہ گنگ 19325 لوگوں تک فہم ختم نبوت خط کتابت کورس پہنچایا گیا۔ الحمدللہ یہ اس مبارک سلسلے کا سترھواں برس تھا۔

دوالمیال، تتر ال، بھون، چوآسیدن شاہ، کلر کہار، چکوال، میانی، بوچھال، نور پور سیٹھی، خوشاب، مٹھہ ٹوانہ، جوھر آباد، سیال شریف، فتح جنگ، ٹیکسلا، راولپنڈی، لاوہ، ڈھرنال، دندہ شاہ بلاول، چکڑالہ، گوجر خان، جاتلی، گجرات، ناگڑیاں، گوجرانولہ، چناب نگر، لاہور اور دیگر علاقوں کے دورہ جات کیے گئے اور جماعتی پروگرامات، میٹنگز اور نشستوں کا اہتمام ہوا جن میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل رہی۔ دعوتِ اسلام مہم (زیر توجیہ جناب مرکزی ناظم صاحب شعبہ تبلیغ ڈاکٹر محمد آصف) کے سلسلے میں ملک کے مختلف علاقوں میں جا کر طالبِ حق قادیانیوں سے انفرادی ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ جن میں جدی پشتی قادیانیوں کے ساتھ ساتھ، اسلام چھوڑ کر مرتد ہونے والے قادیانیوں اور قادیانی تحریف و پروپیگنڈے سے متاثر حضرات بھی شامل تھے۔

دوالمیال میں گفتگو:

دوالمیال میں قادیانی گروہ کے ایک ذمہ دار لگاتار کوشش سے دو مسلمان کاریگروں کو متاثر کر چکا تھا اور قریب تھا کہ وہ قادیانی فتنے کی بھینٹ چڑھ جاتے۔ کسی مخلص نے بروقت اطلاع کی اور ہم نے ان سے ملاقات کی ترتیب بنا لی۔ جناب ناظم صاحب ڈاکٹر محمد آصف، جناب مولانا شعیب اعوان اور مولانا عتیق الرحمٰن صاحبان کے ہمراہ وقت مقررہ پر دوالمیال پہنچے اور ان متاثر احباب کو ساتھ لے کر قادیانی جماعت کے ذمہ دار کے گھر پہنچ گئے۔ جہاں پہلے سے قادیانی مربی شاہد منور موجود تھا۔ تین گھنٹے گفتگو جاری رہی، بالآخر قادیانی مربی آئیں بائیں شائیں کرنے لگ پڑا۔ میزبان جو قادیانی تھا اس کے تیور بھی تبدیل ہونا شروع ہو گئے، رات بارہ گفتگو ختم ہوئے۔ الحمدللہ والشکر للہ وہ دو احباب جو قادیانی چنگل میں پھنس گئے تھے دلائل سن کر بفضل اللہ دین اسلام پہ قائم ہو گئے۔

پچنند میں دعوتی مہم:

قادیانی جماعت کے علاقائی صدر کیپٹن اقبال سے جناب ڈاکٹر محمد آصف کی معیت میں چار گھنٹے گفتگو ہوئی۔ ماسٹر لال خان، اس کے بیٹے ناصر محمود، خالد محمود، نقیب احمد سے ملاقات ہوئی اور قادیانیت کے متعلق تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ناگڑیاں ضلع گجرات میں انگلینڈ پلٹ قادیانی انور سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ چھوکر خورد گجرات میں اجتماعات جمعہ میں جناب سید محمد کفیل بخاری، جناب ڈاکٹر محمد آصف، مولانا تنویر الحسن احرار نے مختلف اوقات میں بیانات کئے جبکہ جناب ڈاکٹر محمد آصف نے ایک قادیانی شخص سے تفصیلی دعوتی نشست کی۔ نارووال سیالکوٹ ڈسکہ گوجرانولہ میں نشستیں کی گئیں جہاں مختلف اوقات میں قادیانیوں سے دعوت اسلام کے سلسلہ میں ملاقات ہوئی۔ ظفر وال میں چار دن جناب ڈاکٹر محمد آصف کا قیام رہا جہاں ختم نبوت کورس اور کئی قادیانیوں کو دعوت اسلام دی گئی۔

جاتلی گوجر خان میں فہم ختم نبوت خط کتابت کورس کے شریک بھائی عبدالجبار سلطانی نے رابطہ کیا کہ جاتلی سے تیس کلومیٹر دور پسماندہ علاقے میں قادیانی فتنہ پھیل رہا ہے، جہاں کئی مسلمان مرتد ہو چکے ہیں ہم نے سفر کی ترتیب بنائی۔ جناب مولانا محمد حنیف صابر، ناظم مجلس احرار اسلام ضلع چکوال اور مولانا محمد حذیفہ کے ہمراہ سفر شروع کیا اور درکالی پہنچے۔ جہاں گردونواح کے دیہاتوں کے لوگ جمع تھے ختم نبوت اور ردقادیانیت کے عنوان پہ سیر حاصل گفتگو کی اور علاقے کے نوجوانوں کو متحرک ہونے کی ترغیب دی۔ حضرت مفتی محمد سفیر خلیفہ مجاز حضرت الشیخ مفتی مختار الدین شاہ سے خانقاہ دارالامان والتقوی نصیر آباد میں شرفِ ملاقات حاصل کیا اور ختم نبوت کے کام کے حوالے سے سرپرستی کرنیکی درخواست کی۔ حضرت نے دعاؤں سے نوازا۔

جناب ناظم صاحب مرکزیہ شعبہ تبلیغ ڈاکٹر محمد آصف کی سرگرمیوں کا اجمالی تذکرہ:

جناب ڈاکٹر محمد آصف نے سالِ رواں کے دوران جماعت کی آفیشل سرگرمیوں سے ہٹ کر 100 سے زائد قادیانی طالبانِ حق ومتلاشیانِ حقیقت سے انفرادی طور پر دعوتی نوعیت کی ملاقاتیں کیں۔ جبکہ متعدد متاثرہ اور متذبذب افراد سے بھی ملاقات اور گفتگو کا اہتمام کیا گیا۔

نومسلمین کا اجتماع:

20-21-22 نومبر کو لاہور میں نومسلمین کا اجتماع ہوا جس میں فکرمند نومسلم احباب کو جمع کیا گیا۔ اس اجتماع کی تفصیلی رپورٹ پچھلے شمارے میں شائع کی جا چکی ہے۔

سکول وکالجز ومدارس دینیہ:

سکول وکالجز ومدارس دینیہ میں متعدد ختم نبوت آگاہی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا۔ جن میں اساتذہ طلباء وطالبات کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

قبول اسلام:

الحمد للہ اس برس شعبہ تبلیغ ودعوت کی سرگرمیوں کے نتیجے میں قادیانیت کو ترک کر کے بفضل اللہ بیسیوں افراد نے اسلام قبول کیا۔ اللہ تبارک وتعالی جماعت سے منسلک تمام افراد کی مساعی کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ اور اپنے دین کے کام میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں جو انھیں پسند ہے۔ آمین!

مبلغین احرار کی مختصر کارگزاری:

مبلغین مولانا سرفراز معاویہ اور مولانا الطاف الرحمٰن نے پنجاب کے گیارہ سے زائد اضلاع میں ختم نبوت کے

حوالے سے 300 سے زائد مساجد میں دروس اور پیغام ختم نبوت کے پروگرام منعقد کیے۔ بیسیوں انفرادی ملاقاتیں کی۔ جماعت کے ترجمان ماہنامہ نقیب ختم نبوت کو عوام الناس تک پہنچایا۔ کئی مقامات پر جماعت کے نئے یونٹ قائم کیے۔

مجلس احرار اور حالیہ تحریک دفاع صحابہؓ و اہل بیتؓ:

(تحریر: محمد وقاص حیدر) طاغوتی طاقتیں وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے مقدسات کی توہین کے ذریعے ان کے ایمانوں کا جائزہ لیتی ہیں۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات کی شدت کو کم کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جنگ کے ذریعے مسلمان سے جیتنا ان کے لیے ممکن نہیں اس لیے وہ اس کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور اسے ان حساس عنوانات پر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ امسال محرم الحرام میں کراچی، اسلام آباد اور پاکستان کے دیگر شہروں میں ہونے والے توہینِ مقدسات اسلامیہ کے دلخراش واقعات نے ایک بار پھر 1937 کی طرح مجلس احرار کو تحریک مدح صحابہ کی جدوجہد تیز کرنے پر مجبور کر دیا۔ جیسا کہ لکھنؤ میں 1937 کو منکرین صحابہ نے توہین آمیز حرکات کی تھیں جس کے نتیجہ میں تحریک مدح صحابہ چلائی گئی اور کفر کو مجبوراً صحابہ کی عظمت کو ماننا پڑا۔

اس سال توہین آمیز واقعات کے بعد تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے جب میدان سجایا تو 1937 کی تحریک مدح صحابہ کی یاد تازہ کر دی۔ جب مجلس احرار اسلام کے کارکنوں نے بطل حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت و رہنمائی میں لکھنؤ کے چوکوں چوراہوں اور گلی گلی میں مدح صحابہ بیان کی اور اس وقت کے سامراج کے سامنے ڈٹ کر کہا کہ مقدس شخصیات کی توہین قطعاً برداشت نہیں جس پر مختلف جگہوں پر احرار کارکنوں کو گرفتار بھی کیا گیا۔ تحریک چلتی رہی حتیٰ کہ 1939 میں چہلم کے جلوس میں جا کر مدح صحابہ بیان کی جس پر احرار کے ہزاروں کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ یہاں تک کہ حکومت کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اور لکھنؤ میں مدحِ صحابہ پر سے پابندی ہٹالی گئی۔

آج جب کفر نے پھر سے توہین آمیز حرکات کرنی شروع کی تو احرار رہنما اپنے کارکنوں کو لے کر میدان عمل میں اتر آئے اور مختلف اجتماعات میں صحابہ کے دفاع میں اپنی خطابت کے جوہر دکھائے۔

نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے ملتان کی تحفظ ناموس رسالت ریلی میں خطاب فرمایا اور منکرین صحابہ کو جانشینانِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اور مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہما اللہ کی آواز میں للکارا اس وقت ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے پھر سے عوام میں امیر شریعت کی ایمانی روح پھونک دی ہو۔

ان حالات میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، مجلس عمل کے کنوینز مولانا عبدالرؤف فاروقی اور مولانا زاہد الراشدی سمیت دیگر علماء نے باہمی مشاورت سے تمام مسالک کی تنظیمات کے نمائندوں کو جمع کیا اور کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ناموس صحابہ و اہل بیتؓ کے نام سے ایک اجتماعی فورم قائم کیا۔ جس کے تحت عظمت صحابہ کے حوالے سے عوام الناس میں بیداری پیدا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے اکابر کی مساعی میں برکت اور نصرت کو شامل فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین

مجلس احرار اسلام ملتان کی سال 2020 کی رپورٹ و اجمالی کارگزاری

(تحریر: فرحان حقانی) الحمد للہ! مجلس احرار اسلام ملتان مختلف شعبہ جات اور طبقات میں ختم نبوت، ناموس رسالت اور رد قادیانیت کے عنوان پر نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہے اور اس محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں سے ہر ممکنہ تعاون بھی کر رہی ہے۔

تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953 کے دس ہزار شہدائے ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسز، سیمینارز اور کنونشنز منعقد کئے جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کی 15 ویں سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس 04 مارچ 2020ء کو دار بنی ہاشم ملتان میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوئی، جس میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر مولانا سید محمد کفیل بخاری، ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری سمیت دیگر علماء کرام نے خطاب کیا۔ اسی کانفرنس کی دعوت کے سلسلے میں مجلس احرار اسلام ملتان کے مختلف یونٹس اور دیگر مقامات پر ماہ فروری میں کل 13 دروس قرآن کریم، دروس ختم نبوت، اجتماعات جمعہ سمیت مختلف اوقات میں مقامی شوری و عاملہ کے اجلاسات منعقد کئے گئے۔

13 مارچ 2020 ملک بھر میں عالمی وموذی وباء کورونا وائرس کے باعث تمام تر تعلیمی ادارے، بازار، سرکاری و پرائیویٹ ادارے 06 ماہ کے لیے حکومتی اعلان کے نتیجے میں بند کر دیئے گئے۔ جس سے ہر سطح کے لوگ بے حد متاثر ہوئے، ایسے میں مجلس احرار اسلام کے شعبہ خدمت خلق نے ملک بھر میں شہریوں کو ان کے گھر تک اور باعزت طریقے سے ماہانہ راشن پہنچایا۔ مجلس احرار اسلام ملتان نے بھی 700 سے زائد گھروں تک ماہانہ راشن کا بندوبست کیا۔

14 اگست 2020ء کو مقامی جماعت کی طرف سے حسب سابق وطن عزیز کے 73 ویں یوم آزادی کے موقع پر تحفظ آئین پاکستان سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان مولانا سید محمد کفیل بخاری نے خصوصی خطاب فرمایا۔ 21 اگست 2020ء مجلس احرار اسلام کے بانی سید الاحرار، حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں اور ان کی دینی و سیاسی، ملی و قومی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے 59 واں سالانہ امیر شریعت سیمینار دار بنی ہاشم میں منعقد کیا گیا۔ 07 ستمبر 2020ء دار بنی ہاشم میں لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں 07 ستمبر 1974 کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے حوالے سے سالانہ تحفظ ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا۔

30 اگست 2020ء مجلس محبان اہل بیت و آل و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے زیر اہتمام دار بنی ہاشم میں 47 ویں قدیمی سالانہ مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ منعقد ہوئی، جس میں مولانا سید محمد کفیل بخاری، مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری، مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی اور مولانا سید عطاء المنان بخاری نے بارگاہ حسینی میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

11 ستمبر 2020ء مجلس احرار اسلام ملتان کے مختلف یونٹس کے ذمہ دار حضرات کا اجلاس منعقد ہوا، جس کا عنوان 43 ویں سالانہ دوروزہ ختم نبوت کانفرنس وجلوس دعوت اسلام چناب نگر کی تیاری تھا، جس میں کانفرنس میں شرکت کیلئے تمام یونٹس کو فعال کیا گیا۔ 43 ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس وجلوس دعوت اسلام میں شرکت کی دعوت کیلئے جماعتی یونٹس سمیت مختلف مقامات پر کل 38 دعوتی پروگرام منعقد کئے۔ امسال چناب نگر کانفرنس میں شرکت کیلئے 08 بسوں کا قافلہ اور متعدد افراد اپنے سواریوں کے ذریعے شریک ہوئے۔

مجلس احرار اسلام کے 91 سالہ یوم تاسیس کے موقع پر مجلس احرار اسلام ملتان کے تمام یونٹس میں کل 12 پروگرامز منعقد کیے گئے۔ 29 دسمبر 2020 بروز منگل، دار بنی ہاشم ملتان میں تقریب پرچم کشائی منعقد کی گئی، جس میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری، مولانا سید عطاء المنان بخاری اور مولانا محمد اکمل نے احرار کارکنوں سے خطاب کیا اور وطن عزیز پاکستان اور مجلس احرار اسلام کے پرچموں کو لہرایا۔

مسافران آخرت

☆ مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے کارکن ماسٹر فقیر محمد کی ہمشیر، انتقال 4 دسمبر
☆ جاوید شیخ صاحب (ملتان) کی چچازاد ہمشیر مرحومہ، انتقال: 4 دسمبر 2020ء
☆ چنیوٹ میں ہمارے کرم فرما اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے معالج اور محبت کرنے والے ڈاکٹر منصور علی خان انتقال 5 دسمبر
☆ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اکبر صاحبؒ حضرت مفتی محمودؒ کے قابل فخر شاگرد اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے استاد تھے۔ عالم باعمل اور متبع سنت بزرگ تھے۔ علم تفسیر وحدیث اور فقہ میں کمال رسوخ تھا۔ تمام عمر حدیث پاک پڑھائی اور درس قرآن کریم دیا ان کے دروس میں علمی نکات سامعین کے لیے تفہیم قرآن وحدیث کا بہترین ذخیرہ تھے۔ انتقال 20 ربیع الثانی 1442ھ 6 دسمبر
☆ مفتی زرولی خان رحمۃ اللہ علیہ جامعہ احسن العلوم کراچی کے بانی و مدیر، جید عالم دین، تفسیر وحدیث اور فقہ وسیرت پر بہت وسیع مطالعہ تھا۔ منفرد خطیب تھے۔ اور لگی لپٹی بغیر سچ بیان فرماتے۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ انتقال 21 ربیع الثانی 1442ھ 7 دسمبر 2020ء
☆ مولانا خواجہ ابوالکلام صدیقی کے خالہ زاد بھائی اور ہم زلف، مفتی پیر عبدالرزاق قدوسی رحمۃ اللہ علیہ 7 دسمبر کو ملتان میں انتقال
☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے سابق امیر صوفی نذیر احمدؒ کی بھاوج اور شیخ محمد خالد، شیخ محمد سفیان، کی والدہ 7 دسمبر کو انتقال
☆ مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین اور تبلیغی جماعت وہاڑی کے سرپرست انتقال: 8 دسمبر 2020ء
☆ والدہ ماجدہ رحمہا اللہ مفتی عبدالرزاق صاحب (ایبٹ آباد) انتقال 10 دسمبر 2020ء
☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم عبدالخالق خان، ابراہیم خان، اسماعیل خان کی نانی مرحومہ 9 دسمبر کو انتقال
☆ حاجی محبوب احمد رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے کارکن بھائی محمود احمد کے بڑے بھائی۔ انتقال 11 دسمبر
☆ شان اللہ مرحوم: بھائی محمد سلیمان (گجرات) کا بیٹا اور مجلس احرار اسلام گجرات کے رہنما بھائی محمد کاظم کا بھانجا۔ انتقال: 11 دسمبر 2020ء
☆ حاجی نور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ترجمان جناب محمد اقبال اعوان کے بڑے بھائی، انتقال 12 دسمبر 2020ء (ٹیکسلا)
☆ جھنگ کے قدیم کارکن حاجی عارف مغل کے بہنوئی انور مغل کے خالو۔ انتقال: 12 دسمبر 2020ء
☆ حضرت مفتی حسین احمد عرفان رحمۃ اللہ علیہ، استاد العلماء حضرت مولانا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان) کے فرزند اور مجلس احرار اسلام کے ڈیرہ اسماعیل خان کے سرپرست تھے۔ جید عالم دین، انتہائی خوش اخلاق، وضع دار اور ملنسار تھے۔ اپنے عظیم والد ماجد رحمۃ اللہ کی طرح تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد میں پیش پیش رہے اور مجلس احرار اسلام سے والہانہ محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر سرپرستی فرماتے رہے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت وارادت رکھتے تھے اور آپ کے فرزندان سے بھی اسی طرح محبت فرماتے تھے۔ انتقال: 13 دسمبر 2020ء

☆ شیخ الحدیث مولانا ابن الحسن عباسی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ تراث الاسلام کراچی کے مدیر و بانی، ماہنامہ وفاق المدارس کے مدیر تھے۔ اصل نام مسعود باللہ تھا لیکن ابن الحسن عباسی کے نام سے معروف تھے۔ اعلیٰ علمی و ادبی ذوق تھا۔ صاحبِ طرز ادیب و انشاء پرداز اور کئی کتابوں کے مصنف تھے وفاق المدارس العربیہ کی تاریخ پر جامع کتاب لکھی اور ماہنامہ النخیل کے مدیر بھی تھے۔ انتقال: 14 دسمبر 2020ء

☆ ہمارے معاون قاری اللہ داد صاحب (مترو ضلع وہاڑی) کی والدہ مرحومہ 14 دسمبر کو انتقال

☆ مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے مخلص کارکن محمد شفیق انتقال 15 دسمبر 2020ء

☆ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے مولانا فقیر اللہ صاحب کی ہمشیر اور حضرت مولانا عبدالحق چوہانؒ کی اہلیہ مرحومہ 18 دسمبر کو انتقال

☆ مجلس احرار اسلام چھتانیاں (میلسی) کے رہنما حافظ عبدالسلام کی والدہ محترمہ 17 دسمبر کو انتقال

☆ مجلس احرار اسلام ملتان یونٹ عثمان آباد کے امیر شیخ محمد علی کی ہمشیر 17 دسمبر کو انتقال

☆ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری نشر و اشاعت ڈاکٹر عمر فاروق احرار کے ہم زلف حاجی ملک محمد ریاض 18 دسمبر کو انتقال

☆ مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکن شیخ محمد محسن احرار کے بھائی، شیخ نیاز احمد (سٹینڈرڈ بیکری ملتان) آفتاب احمد مرحوم انتقال 19 دسمبر

☆ مجلس احرار اسلام کے سوشل میڈیا ورکر محمد سلیم شاہ (چیچہ وطنی) کی خالہ مرحومہ انتقال: 19 دسمبر 2020ء

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بڑے فرزند مولانا محمد ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ انتقال: 20 دسمبر 2020ء

☆ ملک محمد نواز (فالودے والے) نزد سلی خان چوک ملتان، انتقال: 20 دسمبر 2020ء

☆ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی معالج حضرت حکیم عطاء اللہ خان رحمہ اللہ (بانی سلیمی دواخانہ ملتان) کے پوتے مسعود اختر مرحوم کی اہلیہ، حکیم حافظ محمد طارق، حکیم حافظ خلیل اللہ کی بھاوج، بھائی محمد کاشف اور محمد عاصم کی والدہ رحمہ اللہ۔ انتقال 24 دسمبر 2020ء

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے نائب ناظم نشر و اشاعت عدنان ملک کے چچا، ملک حافظ محمد اقبال کے بھائی، ملک محمد حسن مرحوم، انتقال 26 دسمبر 2020ء

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے درجہ خامسہ کے طالب علم حافظ محمد کاشف کے دادا، انتقال: 26 دسمبر 2020ء

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون شیخ عبداللطیف (سرمہ والے) انتقال: 17 جون 2020ء

☆ مجلس احرار ساہی وال کے رہنما مولانا شہزاد احمد کی ہمشیر مرحومہ ☆ پھوپھی صاحبہ مرحومہ حافظ محمد مغیرہ (چیچہ وطنی)

☆ ہمارے بہت ہی مہربان ڈاکٹر افتخار حسین رحمہ اللہ (چکوال) انتقال: دسمبر 2020ء

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائیں۔ آمین

تعمیر جدید دار القرآن

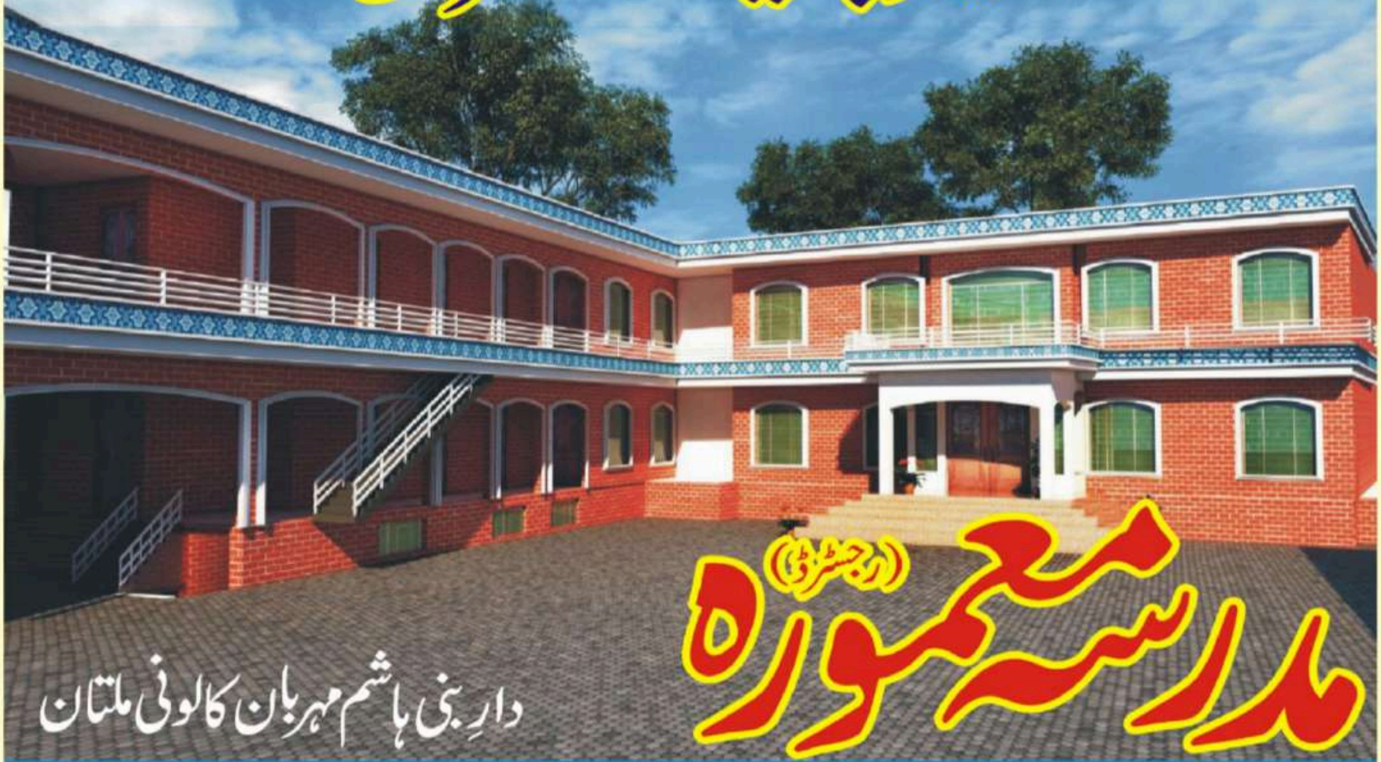

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دار القرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

☆ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دار الحدیث، دار الاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: سید محمد کفیل بخاری (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010

Branch Code : 0729

THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

”الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس